ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

2 رجب المرجب 1443ھ | فروری 2022ء

عزم وہمت اور صبر و استقامت کے 92 سال

- ناطقہ سر بہ گریباں ہے، اسے کیا کہیے؟
- اسلام کو اقتدار کی ضرورت ہے
- پُرسکون زندگی کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟
- امیر المؤمنین خلیفۂ راشد سیدنا معاویہؓ

- سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور اردو زبان
- قادیانیت سے متعلق لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ
- برطانیہ کا قادیانی مرکز ریپ کے الزامات سے لرز اٹھا

خطاب: بموقع نماز جنازہ قائد احرار حضرت پیر جی مولانا سید عطاء المہیمن بخاری رحمہ اللہ

بیاد: سید الاحرار امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام

سالانہ ختم نبوۃ کورس

10 روزہ

4 مارچ بروز جمعہ تا 15 مارچ بروز منگل 2022ء | دار بنی ہاشم، مہربان کالونی MDA چوک ملتان

زیر نگرانی: آل نبی اولاد علی نواسہ امیر شریعت حافظ حضرۃ مولانا سید محمد کفیل بخاری مدظلہ العالی امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

کلاسز: صبح تا عصر

عوامی نشست روزانہ مغرب تا عشاء

جس میں جید علماء کرام

مشائخ عظام، شیوخ الحدیث مناظرین، ریسرچ اسکالر ماہر قانون دان لیکچر دیں گے

شرائط داخلہ:

- تعلیم کم از کم درجہ رابعہ یا میٹرک * شناختی کارڈ ہمراہ رکھیں
- سادہ کاغذ پر درخواست لکھ کر جمع کروائیں
- موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا ضروری ہے
- طعام و قیام کا معقول انتظام ہوگا

کورس کے اختتام پر بطور انعام قیمتی کتب کا سیٹ دیا جائے گا

آخر میں امتحان لیا جائے گا اور کامیاب ہونے والے کو اضافی انعام بھی دیا جائے گا

منجانب شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت مجلس احرار اسلام پاکستان

AL QASIM GRAPHICS 0305-5395681

برائے رابطہ: ڈاکٹر محمد آصف 0300-9522878 مفتی نجم الحق 0308-2582958

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابنِ امیرِ شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 33 شمارہ 02 فروری 2022ء / رجب المرجب ۱۴۴۳ھ

Regd.M.NO.32

تشکیل

اداریہ:	ناطقہ سربہ گریباں ہے، اسے کیا کہیے؟	سید محمد کفیل بخاری	2
تعزیتی شذرہ:	مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ ارتحال	سید محمد کفیل بخاری	4
افکار:	اسلام کو اقتدار کی ضرورت ہے	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	6
//	پُرسکون زندگی کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟	حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی نور اللہ مرقدہ	8
ادب:	سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور اردو زبان	نور اللہ فارانی	14
//	امیر المؤمنین خلیفۂ راشد سیدنا معاویہؓ	نادر صدیقی	24
دین و دانش:	دعوتی و اصلاحی پیغام (قسط نمبر 2)	عطا محمد جنجوعہ	25
گوشہ حضرت پیر جی مولانا سید عطاء المہیمن بخاری	خطاب: بموقع نماز جنازہ قائد احرار حضرت پیر جی مولانا سید عطاء المہیمن بخاری رحمہ اللہ	امیر احرار حافظ سید محمد کفیل بخاری	29
//	بخاری برادران کے ساتھ کچھ لمحات کی صدائے بازگشت	مولانا زاہد الراشدی	33
//	وہ چاند ہمیں کس رات کی گود میں ڈال گیا	مفتی آصف محمود قاسمی	35
//	اسے کہنا سبھی موسم بہاروں کے نہیں رہتے!	حافظ محمد اکمل	39
//	آہ پیر جی رحمہ اللہ	رانا گل ناصر ندیم	42
//	پیر و مرشد حضرت پیر جی رحمہ اللہ کے متعلق ایک رؤیا	اسد اللہ تونسوی	44
//	چند لمحوں کی ملاقات	مولانا قاری محمد معاذ	45
مطالعۂ قادیانیت	قادیانیت سے متعلق لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ	عظمت خان	46
//	برطانیہ کا قادیانی مرکز ریپ کے الزامات سے لرز اٹھا	افتخار احمد	48
تاریخ احرار	تاریخ احرار (قسط نمبر 22)	مفکر احرار چودھری افضل حقؒ	50
اخبار الاحرار	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	58
ترحیم	مسافرانِ آخرت	ادارہ	61

★ ★ ★ ★

فیضانِ نظر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

بیاد

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدیرِ مسئول

سید محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رُفقائے فکر

عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد

مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار

قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

سید عطاء اللہ ثالث بخاری

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد

0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک ——— 300/- روپے

بیرون ملک ——— 5000/- روپے

فی شمارہ ——— 30/- روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

شعبۂ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوت مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیلِ نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات

سید محمد کفیل بخاری

ناطقہ سر بہ گریباں ہے، اسے کیا کہیے؟

وزیراعظم عمران خان نے کہا ہے کہ:

’’کرپشن خاتمے کا وعدہ پہلے 90 دن میں ہی پورا کر دیا۔ موجودہ حکومت میں کوئی مالی سکینڈل نہیں آیا۔ کوئی بڑا واقعہ نہ ہوا تو معیشت مزید بہتر ہوگی‘‘

حکومتی ترجمانوں کے اجلاس سے صدارتی خطاب

(روزنامہ ایکسپریس/27 جنوری 2022ء)

خوب کہی وزیراعظم نے بھی۔ انہیں کرپشن کے اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی۔ ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل نے پاکستان میں کرپشن 16 درجے بڑھنے کی رپورٹ جاری کی ہے جبکہ پاکستانی عوام روزانہ کی بنیاد پر بدترین کرپشن کو بھگت رہی ہے۔ طرفہ کمال تو وزیراعظم، اُن کے بقراطی ترجمانوں اور سقراطی وزرا کا ہے جنھوں نے ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کی رپورٹ کو گمراہ کن قرار دیا اور عوام کو صبر کرنے اور نہ گھبرانے کی تلقین کی۔

وزیراعظم نے عوام کو یہ خوش خبری بھی دی کہ اگر کوئی بڑا واقعہ نہ ہوا تو معیشت مزید بہتر ہوگی۔ جھوٹ اور کرپشن لازم وملزوم ہیں۔ وزیراعظم نے جس بہادری سے 90 دن میں کرپشن خاتمے کا وعدہ پورا ہونے کا جھوٹ بولا وہ جھوٹی دنیا کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اور کائناتی جھوٹوں سے خراج وصول کرتا رہے گا۔

صورت حال یہ ہے کہ ملک میں کوئی کام رشوت کے بغیر نہیں ہو رہا۔ رشوت کے نرخوں میں سو فیصد اضافہ ہوا ہے۔ رشوت لینے والا کہتا ہے کہ آپ کو پتا ہے کہ اوپر بہت سختی ہوگئی ہے۔ نیب حرکت میں ہے اور ہم خطرات مول لے کر آپ کا کام کر رہے ہیں۔ اس کام پر اتنے روپے لگیں گے۔ آدھے کام سے پہلے اور آدھے کام مکمل کر کے آپ کے گھر حاضر ہو کر فائل دے کر وصول کریں گے۔ جائز وناجائز سب کام اسی طرح ہو رہے ہیں۔ رہی بات موجودہ حکومت کے مالی سکینڈلز کی، تو وہ موجودہ دورِ حکومت کے خاتمے کے بعد ظاہر ہوں گے۔ یہی ہماری 73 سالہ تاریخ کا سب سے زیادہ دہرایا جانے والا واقعہ ہے۔

وزیراعظم عمران خان نے فرمایا تھا کہ ہم اقتدار میں آ کر آئی ایم ایف سے قرضے نہیں لیں گے بلکہ اُن کے منہ پر دے ماریں گے۔ سانحہ یہ ہوا کہ خان صاحب نے پورا سٹیٹ بینک ہی آئی ایم ایف کے منہ پر دے مارا۔ عالمی مالیاتی اداروں اور ساہوکاروں نے سٹیٹ بینک آف پاکستان پر ہی قبضہ کر لیا۔ اتنا بے اختیار کر دیا کہ حکومت بھی

اپنے بینک سے قرضہ نہیں لے سکتی۔ گورنر اسٹیٹ بینک پاکستان کی کسی عدالت اور ادارے کو جواب دہ نہیں۔ سٹیٹ بینک کے حوالے سے بل سینٹ میں ہے اور حکومت منظوری کے لیے منصوبہ بندی میں مصروف ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ حسبِ روایت اپوزیشن کے سینیٹرز سے غیر حاضر رہنے کے لیے رابطے جاری ہیں۔ عین ممکن ہے کہ انہیں حسبِ سابق نماز پڑھنے کے لیے ہی بھیج دیا جائے اور عدم حاضری میں بل منظور کرا لیا جائے۔

وطن عزیز اس وقت انتہائی نازک اور غیر یقینی صورت حال سے دو چار ہے۔ اب ہتھیاروں کی نہیں معاشی جنگ کا دور ہے۔ عالمی مالیاتی ادارے ملکوں کی معیشت پر قبضہ کر کے انہیں تباہ کر رہے ہیں۔ پاکستان اس وقت نہایت بُری طرح آئی ایم ایف کے موت آسا معاشی شکنجے میں جکڑا ہوا ہے۔ اپنی شرائط پر ہمیں قرضے دے رہا ہے اور ملک کے سیاسی و معاشی، سماجی اور مذہبی، غرض تمام شعبوں میں اسی کا حکم چل رہا ہے۔ آئی ایم ایف کے حکم پر ہی عوام کے گلوں میں بھاری ٹیکسوں کا پھندا کسا جا رہا ہے۔ مسلسل ٹیکس بڑھائے جا رہے ہیں اور ہر چیز مہنگی کی جا رہی ہے۔ بجلی، گیس اور پٹرول کی قیمتوں میں مسلسل اور بے پناہ اضافہ آئی ایم ایف ہی کے احکام کی تعمیل ہے۔ زراعت کا شعبہ بھی زد میں آ گیا اور کسان کھاد ڈھونڈتا پھر رہا ہے۔ بلیک میں خریدنا بھی اس کے بس میں نہیں۔ ان حالات میں گندم کا بحران پیدا ہونے کا شدید خطرہ ہے۔

گورنر پنجاب جناب چودھری محمد سرور نے ایک تقریر میں اپنی ہی حکومت کی کارکردگی کا بھانڈہ پھوڑ دیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

’’آئی ایم ایف نے پاکستان کو 6/ارب ڈالر 3 سال میں دینے ہیں اور اس کے بدلے میں ہم سے سب کچھ لکھوا لیا ہے‘‘۔

ہمارے خیال میں تو اس بیان کا یہی مطلب ہے کہ اب پاکستان میں جو کچھ بھی ہے وہ ہمارا نہیں بلکہ آئی ایم ایف کا ہے۔

ادھر ایف بی آر کے سابق چیئرمین شبّر زیدی نے کہا ہے کہ:

’’پاکستان بینک کرپٹ ہوگا نہیں، ہو چکا ہے۔ تبدیلی و ترقی کے سب دعوے کھوکھلے اور دھوکا ہے‘‘

یہ دو حکومتی ذمہ داران کے بیانات ہیں۔ پرویز خٹک کابینہ میں چیخ پڑے پھر انہیں چپ کرا دیا۔ شہزاد اکبر مستعفی ہو گئے اور شاید آئندہ دنوں میں وہ لندن اڑان بھر جائیں۔ جوں جوں انتخابات قریب ہوں گے کچھ اور آوازیں بھی بلند ہوں گی۔ کچھ ابن الوقت سیاسی پرندے ’’حسبِ حکم‘‘ اڑ کر کسی دوسرے چوبارے کی منڈیر پر جا بیٹھیں گے۔ وزیر اعظم عمران خان فرما رہے ہیں کہ:

’’مجھے حکومت سے نکالا گیا تو اور زیادہ خطرناک ہو جاؤں گا‘‘

وزیر اعظم صاحب نے یہ پیغام کس کو دیا؟ ان کے مخاطب ان کے مخالف اپوزیشن کے سیاست دان تھے، ان کو ووٹ دینے (اور نہ دینے) والے عوام تھے، یا وہ غائبانہ ہاتھ تھا جس کا نام نہیں لینا چاہیے اور جس کے بارے میں وزیر داخلہ یومیہ بنیادوں پر خان صاحب کی ہم نوائی اور سرپرستی کا اعلان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ جو بے سبب اور بلا وجہ ایک صفحہ اور ایک لائن پر ہونے کی بار بار تکرار کی جارہی ہے اس سے تو محسوس یوں ہوتا ہے کہ خان صاحب شاید خود خدشے میں مبتلا ہیں کہ کسی کو نکال کر انہیں بٹھانے والے اب انہیں نکال کر وہی آموختہ دہرانے والے ہیں؟

اگر تو یہ پیغام عوام کے لیے تھا تو عرض ہے کہ آپ حکومت میں ہوں یا باہر، عوام کے لیے دونوں صورتوں میں خطرناک ہیں۔ آپ سے عوام کو خیر و بھلائی نہیں، تکلیف، اذیت اور پریشانی ہی ملی اور ملے گی۔ اور اگر ان قوتوں کو خطاب فرمایا ہے جو آپ کو اقتدار میں لے کر آئے اور عوام پر زبردستی مسلط کیا تو وہ خود آپ سے نمٹ لیں گے۔ آپ کی خطرناکیوں کو آپ کے سرپرستوں سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ خان صاحب! آپ نے تین سالوں میں عوام کا جو حشر کیا ہے اور وطن عزیز کا جس طرح حُلیہ بگاڑا ہے ہم اس پر آپ کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے خود ہی نمٹے اور منطقی انجام تک پہنچائے۔ عوام تو کمزور ہیں، آپ کا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟ آئین پر حلف اٹھا کر، إیاک نعبد وإیاک نستعین پڑھ پڑھ کر بزعم خویش ملت اسلامیہ پاکستان کے بے حال و بے کس مسیحا بن کر اور ریاست مدینہ کا نعرہ لگا کر آپ نے ملک وقوم کے ساتھ جو ظلم کیا ہے اس کا بدلہ بھی آپ ہی کو چکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ وطن عزیز کو ظالموں سے نجات عطاء فرمائے (آمین)

مولانا عتیق الرحمن سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ ارتحال

معروف علمی شخصیت، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے فرزند ارجمند، مولانا عتیق الرحمن سنبھلی 19/جمادی الثانی 1443ھ/23/جنوری 2022ء بروز اتوار بھارت کے شہر دہلی میں انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا عتیق الرحمن رحمہ اللہ خانوادۂ نعمانی کے بزرگ اور حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وروحانی نسبتوں کے امین و پاسدار تھے۔ 1947ء میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔ وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے قابل فخر تلامذہ میں سے تھے۔ مولانا اسعد مدنی، مولانا محمد سالم قاسمی اور مولانا سلیم اللہ خان رحمہم اللہ ان کے ہم درس تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ اپنے عظیم والد ماجد مولانا

محمد منظور نعمانی کے جاری کردہ ''ماہنامہ الفرقان لکھنؤ'' کے طویل عرصے تک مدیر رہے۔ مولانا محمد منظور نعمانی اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہما اللہ کی سرپرستی ونگرانی میں انہوں نے اپنا قلمی سفر شروع کیا اور آخر دم تک انہی بزرگوں کی فکری ونظری راہوں پر چلتے رہے۔ ان کے قلم سے سیکڑوں مضامین ومقالات نکلے، ان کی تحریروں سے لاکھوں انسانوں کو نفع پہنچا اور فکری وعملی اصلاح ہوئی۔ آزادی کے بعد وہ ہندوستان کے ممتاز اور اہم اصحاب قلم میں شمار ہوتے تھے۔ 1967ء میں خرابیِ صحت کی بنا پر برطانیہ منتقل ہو گئے۔ طویل عرصہ لندن میں رہے اور اس دوران لوگ اُن کے قلم کی علمی وفکری جولانیوں سے حظ اندوز ہوتے رہے۔

وہ دیارِ مغرب میں قیام کے باوجود برِّصغیر پاک وہند کے علمی وفکری مباحث سے پوری طرح وابستہ رہے۔ ان کی نظر برِّصغیر میں رونما ہونے والے تمام علمی کارناموں پر ٹکی رہتی تھی۔ وہ یہاں سے شائع ہونے والے مجلّات و رسائل تک باقاعدگی سے پڑھنے کے عادی تھے، بلکہ گاہے گاہے ان رسائل میں شائع ہونے والے مضامین و مباحث پر اپنے تبصرے اور آراء بھی تحریر کرتے۔

قیامِ لندن کے دوران راقم کا اُن سے قلمی رابطہ رہا۔ وہ خطوط کا جواب بڑی مستعدی و ذمہ داری سے دیتے۔ اُن کا سب سے اہم کام 6 جلدوں پر مشتمل ''محفل قرآن'' کے نام سے شاہکار تفسیر ہے۔ انہوں نے ایک کتاب ''واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر'' بھی لکھی اور اپنے والد ماجد مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق کے ساتھ شائع کی۔ ''انقلاب ایران اور اس کی اسلامیت''، ''تین طلاق اور حافظ ابن القیم'' ان کی معروف کتابیں ہیں۔

انتہائی سادہ طبیعت اور درویش منش انسان تھے۔ تکلفات سے کوسوں دور، سیدھی سادی زندگی گزاری اور اپنے وجود سے اللہ کی مخلوق کو خیر ونفع پہنچایا۔ دس بارہ سال قبل آپ کے بھانجے یحییٰ نعمانی نے الفرقان میں اُن کے نام کے ساتھ ''حضرت مولانا'' لکھ دیا۔ مولانا نے انہیں خط لکھا کہ:

''میں اس لقب کا ہرگز متحمل نہیں۔ جو اس کے مستحق تھے وہ ہمارے اکابر تھے۔ آئندہ میرے نام کے ساتھ ''حضرت مولانا'' نہ لکھا جائے اور میرے اس خط کو الفرقان میں بھی شائع کیا جائے۔''

چنانچہ یہ تحریر الفرقان میں شائع ہوئی۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ اور ان کی جماعت مجلس احرار اسلام سے انہیں بہت محبت تھی۔ خصوصاً تحفظ ختم نبوت اور جدوجہد آزادی کے حوالے سے ان کی قربانیوں کا اکثر ذکر فرماتے۔ اللہ تعالیٰ مولانا عتیق الرحمن سنبھلی کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرماتے۔ آپ کے فرزند مولانا عبید الرحمن سنبھلی، بھائی مولانا خلیل الرحمن سجاد نعمانی اور خانوادۂ نعمانی کے تمام لواحقین وپسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے (آمین)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

اسلام کو اقتدار کی ضرورت ہے

اَلَّذِیْنَ اِن مَّکَّنَّاھُمْ فِی الأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَآتَوُا الزَّکٰوۃَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَھَوا عَنِ الْمُنکَر وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الأُمُور

’’یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام خدا ہی کے اختیار میں ہے‘‘ (سورۃ الحج:۴۱)

یہ الفاظ بڑے جامع، وسیع، معنی خیز اور فکر انگیز ہیں اور تاریخ ان کی حرف بحرف تصدیق کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ’’اَلَّذِیْنَ اِن مَّکَّنَّاھُمْ فِی الأَرْضِ:

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں قابو دیں گے، ان کے قدم کہیں جمائیں گے تو یہ نہیں ہوگا کہ یہ عیش وعشرت کریں گے، یہ تعمیرات میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔ یہ بڑے سے بڑے سرمائے جمع کریں گے، ان کا تمدن ایک حسین گلدستہ بن جائے گا۔ ان کے شہروں میں ہُن برستا نظر آئے گا۔ ہر شخص کے سر پر ہما کا پرندہ بیٹھا نظر آئے گا۔ یہ اعلیٰ سے اعلیٰ سواریوں پر بیٹھے نظر آئیں گے۔ ان کے دسترخوانوں پر الوان نعمت چنے ہوئے ہوں گے......نہیں! بلکہ فتوحات کی تاریخ، کشور کشائی، جنگ آزمائی کی تاریخ اور انسانی حوصلہ اور عزم کے اظہار کی تاریخ کے تجربوں کے برخلاف ان یہ حال ہوگا کہ: ’’اَلَّذِیْنَ اِن مَّکَّنَّاھُمْ فِی الأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوۃَ:

اگر ہم ان کو زمین میں تمکین واقتدار عطا کریں گے تو نماز کو برپا کریں گے۔ میں اس کا ترجمہ یہ نہیں کرتا کہ نماز پڑھیں گے۔ لفظ ’’قَرَأُوا الصَّلوٰۃ‘‘ نہیں ہے بلکہ ’’أَقَامُوا الصَّلوٰۃَ‘‘ ہے یعنی نماز کو زندگی کا جزء اور اس کا خلاصہ بنا دیں گے۔ اس کا انتظام واہتمام کریں گے، اس کے لیے جس فضا کے تیار کرنے کی ضرورت ہے، جتنے علم کی ضرورت ہے، جن جگہوں کی ضرورت ہے (جن کو مساجد کہتے ہیں) ان سب کا اہتمام کریں گے۔ ’’أَقَامُوا الصَّلوٰۃَ‘‘ کے لفظ میں یہ سب چیزیں آجاتی ہیں۔

وَآتَوُا الزَّکٰوۃَ زکوٰۃ کا فریضہ ادا کریں گے، زکوٰۃ کو عام کریں گے۔ ’’وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَھَوا عَنِ الْمُنکَرِ‘‘ اور نیکی کا حکم کریں گے اور برائی سے روکیں گے۔

یہاں یہ بھی خیال رہے کہ ’’معروف ومنکر‘‘ کے لیے قرآن مجید میں اور حدیث میں امر ونہی کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ استدعا اور درخواست کے الفاظ استعمال نہیں کیے گئے ہیں۔ عربی زبان ایسی تنگ دامن نہیں ہے کہ اس

کے اندر صرف ''امر و نہی''، کے الفاظ ہوں اور دوسرے الفاظ نہ ہوں، جن میں تواضع ہے، خوشامد ہے، جن میں استدعا ہے، جن میں مطالبہ ہے بلکہ اس کے لیے جہاں کہیں بھی الفاظ استعمال کیے گئے ہیں وہ ''امر و نہی'' کے ہیں۔

اس آیت میں بھی بعض دوسری آیتوں کی طرح ''أمروا'' اور ''نھوا'' کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جو نصیحت و دعوت، ترغیب و فہمائش کے الفاظ سے مختلف ہیں۔ ''امر و نہی'' (حکم و ممانعت) کا منصب ادا کرنے والے کے لیے اس کی کسی قدر طاقت و بالاتری حاصل ہو اور وہ عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو اور اس کی بات نہ ماننے کی صورت میں عقوبت و نقصان کا خوف ہو، اس لیے بھی ایسی جماعت یا امت کو جو اس فرض کو انجام دینے کے لیے پیدا کی گئی ہے، سیاسی اقتدار اور قوت کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ ''امر و نہی'' طاقت چاہتے ہیں۔ ''امر و نہی'' وہ مقام چاہتے ہیں جہاں سے ہم اعتماد کے ساتھ کہہ سکیں کہ یہ صحیح ہے اور یہ غلط ہے۔ ''امر و نہی'' میں اک استعلاء ہے'' امر و نہی'' میں درخواست کے معنی نہیں۔ ''امر و نہی'' حکم دینا اور روکنا، اس کے لیے آدمی کے اندر قوت چاہیے۔ ایسا مقام اور ایسی بلندی چاہیے، ایسا اعتماد چاہیے اور اس کی ایسی وقعت ہو دلوں میں کہ وہ ''امر'' کر سکے اور ''نہی'' کر سکے۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کو اقتدار کی ضرورت ہے کہ وہ ہمیشہ یہی نہ کہے کہ ''اگر ایسا کر لیا جاتا تو اچھا تھا'' ''ہماری درخواست ہے'' اور ہم آپ کو ترغیب دیتے ہیں'' ہم تبلیغ کرتے ہیں''۔ اپنی جگہ پر یہ سلسلہ جاری رہے گا لیکن قرآن کا جو معیار و میزان ہے اس میں الفاظ ''امر و نہی'' کے ہیں، جن میں مسلمانوں کو وہ قوت و طاقت حاصل کرنی چاہیے کہ جس مقام پر فائز ہو کر وہ حکم دے سکیں اور روک سکیں، اس لیے کہ فطرت انسانی تعریف تو کر دیتی ہے اور وہ خوش بھی ہو جاتی ہے لیکن انسانی نسل کی پوری اصلاح اس کے بغیر نہیں ہو سکتی، جس کے نتیجہ میں أَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ آتَوُا الزَّکٰوۃَ اور أَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ اور نَھَوا عَنِ الْمُنکَر کے الفاظ آئے ہیں۔

پس ضروری بات یہ ہے کہ ایسے لوگ برسر اقتدار آئیں جن کے دل میں خدا کا خوف ہو اور تقویٰ ہو۔ ان کی سب سے بڑی فکر آخرت کی فکر ہو اور ان کی صفت یہ ہو:

اَلَّذِیْنَ اِن مَّکَّنَّاھُمْ فِی الأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ آتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ أَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَ نَھَوا عَنِ الْمُنکَرِ وہ (بندے جن کی تربیت ایسی ہو چکی ہو کہ) اگر ہم ان کو زمین میں تمکین اور غلبہ دیں (یعنی وہی اس دنیا کے والی اور حاکم بنا دیے جائیں) تو وہ نمازیں قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، اور نیکیوں کے احکام جاری کریں اور برائیوں سے لوگوں کو روک دیں۔

یعنی یہ ''اقامت صلوٰۃ، ایتائے زکوٰۃ اور امر بالمعروف، نہی عن المنکر'' جو ہے، یہ مقصود ہے، ذریعہ نہیں ہے۔ اس کے راستے سے حکومت الٰہی تک نہیں پہنچنا ہے، بلکہ حکومت الٰہی کے ذریعہ سے ان کی طرف بڑھنا ہے، اس لیے زیادہ سے زیادہ ماحول ساز گار کرنا ہے، پھر ان کو رائج کرنا ہے۔

متکلم اسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی نوراللہ مرقدہ

پُرسکون زندگی کیسے حاصل ہوسکتی ہے؟

محترم المقام زید مجدکم السامی، ہدیہ مسنونہ کے بعدعرض ہے کہ آپ کا گرامی نامہ دفتر دارالعلوم دیوبند میں موصول ہوا، میں اس دوران سفر میں تھا سفر طویل ہوگیا اور آپ کا والا نامہ دیوبند ہوتا ہوا مجھے بمبئی میں ملا! وہاں بھی مصروفیات کے سبب جواب لکھنے کا موقع نہ ملا اور کلکتہ روانگی ہوگئی اس لیے آج کلکتہ سے جواب عرض کر رہا ہوں اور اس تاخیرِ جواب کی معافی چاہتا ہوں۔

آپ نے والا نامہ میں سوال فرمایا ہے کہ:

اس پریشان اور ابتر دنیا میں انسان کس طرح ایک خوش وخرم اور پُرسکون زندگی بسر کرسکتا ہے؟

جواباً عرض ہے کہ سوال اہم اور عموماً آج کے دُکھی دلوں کی ایک عمومی پکار ہے اس لیے حقیقتاً توجہ طلب ہے لیکن یہ سوال جس قدر اہم اور پیچیدہ دکھائی دیتا ہے اُسی قدر اپنے جواب کے لحاظ سے واضح اور صاف بھی ہے جواب سامنے لانے کے لیے پہلے پریشانی اور ابتری کے معنی متعین کر لینے چاہییں تو اس سے بچنے کی صورت اور زندگی کے سکون کی راہ خود ہی متعین ہوجائے گی۔ مصیبت کیا ہے؟

لوگوں نے عموماً دُکھ، درد، بیماری، افلاس، تنگ دستی، جیل، قید وبند، مار دھاڑ، قتل وغارت، قحط، وبا بلا وغیرہ کو مصیبت و پریشانی سمجھ رکھا ہے، حالاں کہ ان میں سے ایک چیز بھی مصیبت نہیں یہ صرف واقعات اور حوادث ہیں پریشانی اور مصیبت درحقیقت ان حوادث سے دل کا اثر لینا، تشویش میں پڑنا، دل تنگ ہونا اور کرب وغم میں ڈوب جانا ہے پس یہ چیزیں زیادہ سے زیادہ اسباب مصیبت کہلائی جاسکتی ہیں، مصیبت نہیں کہی جاسکتیں۔

مصیبت قلب کی کیفیت، احساس اور تاثر کا نام ہوگا جیل کی قید وبند کا نام مصیبت نہیں بلکہ اس سے دل میں پراگندگی اور گھٹن کا اثر آنا مصیبت ہے افلاس وتہہ دستی خود کوئی پریشانی نہیں بلکہ دل کا اس سے گھبرانا اور مضطرب ہونا پریشانی ہے۔ تپ ولرزہ یا ہیضہ وطاعون اور قحط ووبا مصیبت نہیں بلکہ دل میں اس سے کرب وبے چینی کا اثر لینا مصیبت ہے۔ پس ''مصیبت'' خود ہمارے دل کی کیفیت ہے، دنیا کے واقعات نہیں اس لیے مصیبتوں کے خاتمہ کی یہ تدبیر کبھی معقول اور کارگر نہیں ہوسکتی کہ دنیا سے حوادث کو مٹانے کی کوشش کی جائے جب کہ حوادثِ زمانہ خود مصیبت ہیں اور نہ ہی ہمارے قبضہ میں ہیں۔

بلکہ صرف یہی ہوسکتا ہے کہ ان حوادث کے پیش آنے پر قلبی تشویش و پراگندگی کا راستہ روک دیا جائے اور ان

سے بجائے خلاف طبع ضیق وتشویش کا اثر لینے کے انہیں طبیعت کے مواقع بنالیا جائے، جس سے دل ان سے گھٹنے کے بجائے لذت لینے لگے۔ تو ان میں سے نہ صرف مصیبت ہونے کی شان ہی نکل جائے گی، بلکہ یہ اُمور قلبی راحتوں کا ذریعہ بن جائیں گے اور زندگی میں سے پریشانیوں کا خاتمہ ہوجائے گا۔

آج کی دنیا زندگی کو پُرسکون بنانے کے لیے ان حوادث زمانہ کو ختم کردینے کی فکر میں لگی ہوئی ہے لیکن یہ چوں کہ ایک ناممکن کو ممکن بنانے کی کوشش ہے، جو کبھی شرمندۂ وقوع نہیں ہوسکتی، اس لیے جتنا جتنا یہ اوندھی تدبیر بڑھتی جائے گی اُتنا ہی دنیا کی زندگی میں ابتری اور بے چینی کا اضافہ ہوتا رہے گا اور کبھی بھی پریشانیوں اور بے چینیوں کا خاتمہ نہ ہوگا، جیسا کہ مشاہدہ میں آرہا ہے، پس عالم کو بدل ڈالنے کی کوشش کا نام چین نہیں، بلکہ خود اپنے کو بدل دینے کا نام سکھ اور چین ہے۔

اس کی سہل صورت ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ نظر کو ان حوادث سے ہٹا کر اس سرچشمہ کی طرف پھیر دیا جائے جہاں سے بن بن کر یہ اسباب مصائب وآفات عالم پر اُتر رہے ہیں اور وہ اللہ رب العزت کی ذات بابرکت ہے، جس نے اس عالم کو لامحدود حکمتوں سے ''عالم اضداد'' بنایا ہے اور اس میں راحت وکلفت، نعمت ومصیبت، خط وکرب اور چین وبے چینی دونوں کو سمو کر اس عالم کی تعمیر کی ہے، اگر اس سے رشتۂ محبت وعبودیت اور رابطہ رضا وتسلیم کرلیا جائے، جس کا نام ''ایمان'' ہے اور ریاضت ومشق سے اسے اپنا حال اور جوہر نفس بنالیا جائے کہ اس کے ہر تصرف اور ہر تقدیر پر اطمینان واعتماد بھی میسر آجائے تو یہ محبت ہی ہر تلخ کو شیریں اور ناگوار کو خوش گوار بنادے گی۔ جس سے قلب ان حوادث سے تشویش کا اثر نہیں لے سکے گا، جو مصیبت کی رُوح ہے کہ از محبت تلخ ہا شیریں بود (محبت کی وجہ سے بہت سی کڑوی چیزیں میٹھی لگتی ہیں)۔

کیوں کہ عاشق کے لیے محبوب کی طرف سے آئی ہوئی ہر چیز محبوب اور لذیذ ہوتی ہے، وہ محبوب کی بھیجی ہوئی تکلیف کو بھی اپنے حق میں یہ سمجھ کر راحت جانتا ہے کہ محبوب نے مجھے یاد تو کیا، تو مصیبت نہ رہے گی۔

خلاصہ یہ نکلا کہ مصیبت نام ہے خلاف طبع کا (اس کو) موافق طبع بنانے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ عالم کی طبیعت کو بدلنے کے بجائے (جو بس کی بات نہیں) اپنی طبیعت کو بدل دیا جائے اور اس کا رُخ مصیبت سے پھیر کر مصیبت والے کی طرف کردیا جائے کہ نظر مصیبت پر نہ رہے، بلکہ خالق مصیبت کی توجہ وغایت اور بے پایاں حکمت وتربیت پر ہوجائے اور ظاہر ہے کہ یہ یقین بجز خدا کی ذات کو مانے ہوئے اور اس کے ہر ہر تصرف پر کلی اعتماد واطمینان کیے بغیر میسر نہیں آسکتا۔ اس لیے مصائب کا خاتمہ خدا کے نام سے بھاگنے میں نہیں ہے، بلکہ اُس کی طرف لوٹنے میں ہے یعنی آگے بڑھنے میں نہیں ہے، بلکہ پیچھے ہٹنے میں ہے۔

اندریں صورت انسان جتنا بھی استیصال حوادث (حوادث کو ختم کرنے) کی مہم میں لگا رہے گا، مصائب سے کبھی نجات نہ پاسکے گا، جس کا زاویہ نظر یہ ہو کہ وہ دفعیہ حوادث و آفات کی تدبیر کسی نہ کسی سبب ہی کے ذریعہ کرے گا اور یہ سبب بھی جب کہ خود ایک حادثہ ہوگا، جس میں منفعت کے ساتھ مضرت کا بھی کوئی نہ کوئی پہلو ضرور ہوگا تو یہ دفع مصیبت بھی مصیبت سے خالی نہ ہوگا اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ استیصال مصائب کے بجائے کچھ نہ کچھ اضافہ مصائب ہی ہوجائے گا اور ایک مصیبت اگر کسی حد تک ٹل بھی جائے گی تو دوسری مصیبت اسی آن اس کی جگہ لے لے گی۔

گر گریزی بر اُمید راحتے

زاں طرف ہم پیش آید آفتے

(اگر تم بھاگتے ہو کسی راحت کی اُمید پر، جس طرف سے تم راحت کو چاہتے ہو اُس طرف سے کوئی نہ کوئی مصیبت آجاتی ہے)

لیکن ان حوادث سے بالاتر ہوکر خالق حوادث سے قلب کا تعلق قائم کرلیا جائے تو ادھر سے علمی طور پر ان آفات و مصائب کی حکمتیں دل پر کھلیں گی، جس سے یہ مصائب معقول اور برمحل محسوس ہونے لگیں گے تو ان سے اُکتانے کی کوئی وجہ معقول نہ ہوگی کہ قلب عقلاً غمگین ہو اور پھر عشق الٰہی کی سرشاری میں جب کہ ان حوادث کا ورود منشاءِ محبوب محسوس ہوگا تو اسے توجہ محبوب سمجھ کر یہ عاشق قلب عملاً ان آفات سے لذت و سرشاری کا اثر بھی لینے لگے گا اور آخر کار اس روحانی لذت و سرشاری میں محو ہو کر اسے فرصت ہی نہ ملے گی کہ ایک لمحہ کے لیے بھی ان آفات و مصائب کی طرف دھیان بھی کرسکے۔ اس لیے اس کے حق میں نعمت تو ''نعمت'' ہوئی ''مصیبت'' اس سے بھی بڑھ کر نعمت و لذت بن جائے گی اور زندگی سے مصائب اور پریشانیوں کا خاتمہ ہوجائے گا، پس راحت مسبّب الاسباب سے سچے تعلق میں پنہاں ہے۔

ہیچ گنجے بے درد بے دام نیست

جز بخلوت گاہِ حق آرام نیست

(کوئی خزانہ بغیر درد اور مال کے حاصل نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے علاوہ کوئی راحت نہیں ہے۔)

خلاصہ یہ ہے کہ راستے دو ہی ہیں:

(۱) ایک مصائب سے دل تنگ ہو کر اسباب کے راستے سے ان کا مقابلہ اور استیصال کی فکر و سعی

(۲) اور دوسرا مسبّب الاسباب سے عشق کے ذریعے مصائب کو توجہ محبوب سمجھ کر ان پر دل سے راضی ہوجانا اور شیوہ تسلیم و رضا اختیار کرنا۔

پہلا راستہ بندگان عقل (فلاسفہ وسائنس دانوں) نے اختیار کیا تو ایک لمحہ کے لیے بھی مصائب سے نجات نہ پا سکے نہ خود مطمئن ہوئے نہ کسی کو اطمینان دلا سکے بلکہ خود مبتلا ہو کر پوری دنیا کو مبتلائے مصائب وآفات کر دیا جس سے دنیا سے سکھ اور چین رُخصت ہو گیا ''اسباب راحت'' بڑھ گئے اور ''راحت'' رُخصت ہو گئی۔

دوسرا راستہ بندگان خدا (انبیاء واولیاء) نے اختیار کیا کہ حوادثِ عالم سے تنگ دل ہونے کے بجائے انہیں توجہ حق اور منشاءِ الٰہی سمجھ کر ذریعہ راحت قلب بنایا تو تشویش وپریشانی ان کے قلب کے آس پاس بھی نہ پھٹک سکی خود بھی مطمئن اور منشرح ہوئے اور عالم میں بھی سکون واطمینان کی لہریں دوڑا دیں۔

اس لیے ان کی اور ان کے متبعین کی زندگیوں سے ہمیشہ کے لیے مصیبتوں کا خاتمہ ہو گیا اور خوشی وخرمی ان کی زندگیوں کا عنوان بن گئی۔

(أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ. الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ. لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) (سورۂ یونس:62-64)

''بلاشبہ اولیاء اللہ پر خوف ہے نہ غم جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے، ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بشارت ہے اور آخرت میں بھی، اللہ کے کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں (خوشی وخرمی کا یہی اٹل قانون ہمیشہ رہا ہے اور رہے گا) یہی ہے بڑی کام یابی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افلاطون حکیم نے سوال کیا تھا کہ:

''اگر آسمان کو کمان فرض کیا جائے اور مصائب وآفات کو اس کمان سے چلنے والے تیر شمار کیا جائے اور خدا کو تیر انداز مانا جائے تو ان مصائب سے بچاؤ کی کیا صورت ہے؟

عقل کا جواب تو مایوس ہے کیوں کہ بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ آدمی نہ آسمان کے دائرہ سے باہر جا سکتا ہے نہ خدا کے احاطہ سے باہر نکل سکتا ہے۔ اس لیے لامحالہ اُسے مصائب کے تیر کھانے ہی پڑیں گے۔ بچاؤ کی کوئی صورت نہیں لیکن انبیاء فلاسفر (سائنسدان) نہیں ہوتے کہ محسوسات سے گھری ہوئی محدود عقل کا سہارا پکڑ کر اپنے علم وعمل کے راستے محدود کر لیں ان کا تعلق خالق عقل سے ہوتا ہے جو اپنے کمالات وتصرفات میں لامحدود ہے اور تعلق بھی محبت وعشق کا ہوتا ہے۔ جو شش جہت (چھ اطراف) سے بھی اُوپر کی بات لاتا ہے۔

عقل گوید شش جہت حد ست وبیروں راہ نیست
عشق گوید راہ ہست ورفتہ ام من بارہا

''عقل کہتی ہے چھ جہتیں حد ہے اور باہر کوئی راستہ نہیں ہے عشق کہتا ہے راستہ بھی ہے اور میں کئی بار گیا بھی ہوں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ:

''مصائب کے ان تیروں سے بچاؤ کی بہت آسان صورت ہے۔ وہ یہ کہ آدمی تیرانداز کے پہلو میں آکھڑا ہوتو نہ تیر لگے گا، نہ اثر کرے گا۔

اور پہلوئے خداوندی ذکر اللہ اور یادِ حق ہے، جس میں محو ہوکر آدمی اپنے کو کلیۃً خدا کے سپرد کردیتا ہے اور یہ محبت وتفویض ہی عاشق کا وہ کام ہے جس سے ہر تلخ اس کے لیے شیریں بن جاتا ہے اور اس کی صدا یہ ہوجاتی ہے کہ:

ناخوش اُو خوش بود در جانِ من

جان فدائے یارِ دل رنجانِ من

(اس کی ناراضی میرے لیے خوشی ہے میری جان اُس دُکھانے والے دوست پر قربان ہو)

اور پھر اس کی تفویض اور جاں سپاری (اپنی زندگی وموت ودیگر معاملات اللہ کے سپرد کرنے والے) کا عالم یہ ہوجاتا ہے کہ

زندہ کنی عطائے تو، ور بکشی فدائے تو

دل شدہ مبتلائے تو، ہر چہ کنی رضائے تو

(اگر زندگی دے تو تیری عطا ہے۔ اگر موت دے تو تجھ پر قربان دل تجھ پر فدا ہوگیا تو جو کچھ کرے تیری رضا ہے)

ظاہر ہے کہ اس لذت جاں سپاری کے ہوتے ہوئے مصائب وآفات کی مجال ہی کیا رہ جاتی ہے کہ وہ قلب عاشق کو بے چین کرسکیں یا اس میں ذرّہ برابر پراگندگی اور تشویش پیدا کرسکیں، اس حالت میں قلب عاشق کی ہر تشویش وپراگندگی مبدّل بہ سکون وطمانینت ہوجاتی ہے، جو لذت وراحت کی جڑ اور بنیاد ہے اور اب اگر اس میں کوئی تشویش وخلش ہوسکتی ہے تو اندیشہ فراقِ محبوب کی تو ہوسکتی ہے، ورنہ زندگی کا کوئی لمحہ بھی تشویش وپریشانی سے آلودہ نہیں رہ سکتا اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ بندۂ عقل کو کبھی راحت نہیں مل سکتی اور بندہ خدا کو کبھی قلبی پریشانی نہیں ہوسکتی۔

(أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ) (سورۃ الرعد:28)

''آگاہ رہو کہ اللہ کی یاد ہی سے دل چین پاتے ہیں''۔

مغروران عقل (عقل کے ہاتھوں دھوکہ میں مبتلا سائنس دان ودانش ور وغیرہ) تجویز کا راستہ اختیار کرتے ہیں تو ہمیشہ نامراد رہتے ہیں۔ اور خاکساران حق تفویض کی راہ چلتے ہیں تو ہمیشہ کام یاب ہوتے ہیں۔

پس دنیا والوں کی انتہائی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے اسباب راحت کو راحت اور اسباب مصیبت کو مصیبت سمجھ رکھا ہے، اس لیے دنیا کو اسباب ووسائل سے بھرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ حالاں کہ یہی راستہ زندگی کی تشویشات اور

بے چینیوں کا ہے جس میں ایک لمحہ کے لیے راحت میسر نہیں آسکتی وہ اس راہ میں جتنا بھی حصول راحت اور دفعیہ مصائب کی جدو جہد کرتے رہیں گے اُتنا ہی راحت سے دُور اور قلبی سکون سے بعید تر ہوتے چلے جائیں گے۔

حصول راحت کا راستہ صرف ایک ہی ہے کہ (اپنی عقل کے زور پر) آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے لوٹ کر خدا سے معاملہ صاف اور رابطہ قوی کیا جائے اور اسی سچے خدا کا سہارا پکڑا جائے جسے چھوڑ کر ہم (بھٹکے اور) بہت آگے نکل آئے ہیں ورنہ زندگی کے پُرسکون ہونے کا اور کوئی راستہ نہیں، نہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا۔

اس لیے آج کی پریشان حال اور ابتر دنیا اگر فی الحقیقت ایک خوش وخرم اور پُرسکون زندگی چاہتی ہے تو اپنا رخ بدلے اور بم چلانے، ایٹم بم بنانے، جہاز اُڑانے اور سیارات چھوڑنے میں راحت وسکون تلاش کرنے کے بجائے خداوند کریم کی بارگاہ کی طرف توجہ کرے اور اس کے بھیجے ہوئے مستند قانون کو اختیار کرے کہ اس بارگاہ سے نہ کبھی کوئی مایوس لوٹا ہے، نہ لوٹے گا اور اس سے کٹ کر نہ کبھی کامیاب ہوا ہے، نہ ہوگا۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر وگبر وبت پرستی باز آ
ایں درگہِ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار گر توبہ شکستی باز آ

(واپس لوٹ آ واپس لوٹ آ، جو کچھ بھی ہے تو واپس لوٹ آ، اگر کافر ہے، آتش پرست ہے، بت پرست ہے تو بھی واپس لوٹ آ، یہ ہماری بارگاہ، نا امیدی والی بارگاہ نہیں ہے، سو مرتبہ اگر تو نے توبہ توڑ دی ہے تو پھر بھی لوٹ آ۔)

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

نور اللہ فارانی

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور اردو زبان

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ خطابت کے لیے زبان پر مکمل عبور اور اس زبان کے نشیب وفراز کا علم لازمی امر ہے۔اپنے مطالعہ کی روشنی میں شاہ جی کے زبان وادب اور شعر وشاعری اور سخن سنجی کو دیکھتے ہوئے ان کے بارے میں یہ لکھنا درست سمجھتا ہوں (اگرچہ اصطلاحی نقطہ نظر سے یہ درست نہ ہو) کہ کسی زبان کا کامیاب خطیب اس زبان کا ''متکلم ادیب'' ہوتا ہے۔کیونکہ جب تک کسی زبان کے تمام پہلوؤں پر مکمل گرفت نہ ہو اس وقت تک آدمی کامیاب ادیب نہیں بن سکتا اس طرح کسی زبان کو خطابتی اسلوب میں بولنے کے لیے اس زبان کا اسلوب بیان، آہنگ، الفاظ کا دروبست، تلفظ، لہجہ اور محاورہ پر کامل دسترس ضروری اور حد درجہ لازمی ہے۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو ایک زاویے سے ادیب سے زیادہ خطیب کو وقتی طور پر زبان کی خدمت کے حوالے سے فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ ایک جامع مربوط زبان وبیان کی تمام خوبیوں سے مزین خطاب ادبی تحریر سے بناوٹ اور تیاری کے لحاظ سے بہت ارفع واعلیٰ ہوتا ہے۔کیونکہ تقریر کے ذریعے سے خطیب اپنی زبان سے سامعین کے ذہنی قرطاس پر بغیر کسی توقف کے اپنے خیالات مرتسم کرتا ہے۔جبکہ ادیب پہروں بیٹھ کر کاغذ کے سینہ پر الفاظ سجاتا اور قلم زد کرتا اور نوک پلک درست کرتا رہتا ہے۔جیسا کہ متعدد ادیبوں کے حالات زندگی میں یہ مسطور ہے کہ وہ اپنی تحریر کے شائع ہونے سے قبل کئی دفعہ کاٹ چھانٹ کیا کرتے تھے۔لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ اس خطیب کی بات ہو رہی ہے جو متذکرہ بالا صفات سے مالا مال ہو۔جس کی مثال مولانا ابوالکلام آزادؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ وغیرہ کی صورت میں دی جاسکتی ہے۔میری اس تحریر کا مقصد نہ ادیب کی تعریف میں ردوبدل کرنا ہے اور نہ کسی ادیب کی قدر وقیمت پر حرف آنے کی لاحاصل جستجو کرنا ہے۔ہاں یہ ہے کہ کسی زبان کے کامیاب خطیب کے لسانی خدمات کو سراہنے اور لسانی مباحث میں جائز مقام دینے کا خواہش مند ضرور ہوں اور اس لیے اس تحریر میں ''متکلم ادیب'' کی اصطلاح استعمال کی ہے۔اور میری اس ابتکار کی توثیق اس اقتباس سے ہوتی ہے ملاحظہ ہو:

''گو ادیب کے لیے ضروری نہیں کہ وہ خطیب بھی ہو لیکن خطیب کا ادیب ہونا لازم ہے۔خطابت دراصل ادب ہی کی ایک صنف ہے اس لیے جو خصوصیات اچھے لٹریچر کے ہیں وہی خطابت کے بھی ہیں۔خوبصورت فقرے، پسندیدہ الفاظ، شگفتہ تشبیہیں، بیان کی روانی اور فصاحت وبلاغت کی وہ تمام خصوصیات جو ادب کی جان ہیں۔ خطابت کے لیے بھی ضروری ہیں۔'' (۱) اس تحریر میں اس طرح کے ایک ''متکلم ادیب'' یعنی کامیاب خطیب کی

لسانی خدمات، زبان دانی اور زبان کی خدمت کے حوالے سے کچھ خامہ فرسائی کریں گے، اور ان کی زبان دانی کے متعلق ان کے معاصر ادیبوں کی آراء کا بھی تذکرہ کریں گے۔ وہی متکلم ادیب جس سے بڑے بڑے شاعروں ادیبوں اور اپنی زبان دانی پر فخر کرنے والوں نے بہت کچھ سیکھا اور ان کی زبان دانی کے معترف رہے۔ میری مراد اردو زبان کے سب سے بڑے خطیب حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے ہے۔ جس کے ادیبانہ اور اردو زبان کے تمام خصائص سے معمور خطاب سے متاثر ہو کر چراغ حسن حسرت نے ان کی تقریر کو غزل سے تشبیہ دی، کہ اس کا ہر شعر علیحدہ اور مکمل ہوتا ہے۔ شورش کاشمیری جنھوں نے اپنی تحریرات سے ایک عہد پر دیر پا اثرات مرتب کیے۔ اور تحریر میں ادیبانہ آہنگ اور بانکپن کے ساتھ صحافت کے دامن پر دلیری اور بے باکی کے وہ پھول ٹانکے جس کی چمک دمک آج بھی آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے۔ اردو زبان سے اپنی لگن اور محبت شاہ جیؒ اور مولانا ظفر علی خانؒ کے خرمنِ خطابت کی خوشہ چینی اور ان کی مصاحبت کا مرہون منت قرار دیتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

''زبان سیکھنے کے ضمن میں، میں نے اپنے اس شعار کو ہمیشہ قائم رکھا کہ عظیم المرتبت خطیبوں کے لب ولہجہ پر نگاہ رکھی۔ میں نے اکثر تقریریں صرف اس لیے سنیں کہ زبان کیا ہے؟ اور صحیح خطیب صحیح زبان کیونکر بولتے ہیں؟ وہ اشہبِ بیان پر کیونکر سواری کرتے اور اسلوب کی وادیاں کیوں کر قطع کرتے ہیں۔ مَیں نے کئی برس تک مولانا ظفر علی خان کی معیت کا شرف حاصل کیا اور مدۃ العمر سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ساتھ رہا، حقیقت یہ ہے کہ میں نے ان بزرگوں سے تلفظ پایا۔ الفاظ و مطالب کا رشتہ معلوم کیا اور آواز کے اتار چڑھاؤ سیکھے۔ کسی طرح ان کی نقل نہ کر سکا کہ دونوں ناپیدا کنار تھے اور ان کے صدف میں خاص قسم کے موتی تھے۔ ان کی نقل کرنا آسان نہ تھا۔ مولانا ظفر علی خان علی گڑھ سے فارغ التحصیل ہو کر حیدر آباد دکن کے شرفاء میں ہیں۔ انہوں نے سر سید وقار الملک، محسن الملک، علامہ شبلی، مولانا حالی اور مرزا داغ دہلوی کی صحبتوں کا فیض حاصل کیا تھا۔ ان کے لہجہ کی لٹک اور کھٹک پیدا کرنا سہل نہ تھا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ بنارس میں رہے نانی اماں سے لہجہ پایا۔ شاد عظیم آبادی سے استفادہ کیا اور یہ اُن کی زبان سے آشنائی کا دور تھا۔ اس کے بعد اقلیمِ خطابت کے شہنشاہ ہو گئے۔ جس کسی نے ان کی ریس کرنا چاہی ان کا عُشرِ عشیر نہ ہو سکا لیکن وہ اپنے ساتھیوں کو بہت کچھ سکھا گئے۔ میں نے ظفر علی خان سے زبان کا بانکپن سیکھا اور شاہ جی سے خطابت کا جوبن حاصل کیا۔ ان کی بدولت اردو کی محبت سے رگ و ریشہ معمور ہو گیا۔'' (۲)

اردو کے چوٹی کے ادیبوں شاعروں اور قلم کاروں کے شاہ جیؒ کے ساتھ دوستانہ، محبانہ ادیبانہ اور نیازمندانہ تعلقات تھے۔ بقول سیف الدین سیف ''اس زمانے میں ادب اور مذہب کوئی مختلف چیزیں نہیں تھیں۔ ادب کے لوگ مذہب سے بھی تعلق رکھتے تھے اور باقاعدہ مطالعہ کرتے تھے۔'' شاعروں اور ادیبوں کی ایک بڑی کھیپ آپ کے

مجالس ومحافل کا حصہ تھی۔ حکیم فیروز الدین طغرائی، علامہ عرشی، ڈاکٹر تاثیر، صوفی تبسم، ساحرلدھیانوی، فیض احمد فیض، مولانا چراغ حسن حسرت، ساغر نظامی، حفیظ جالندھری، (حفیظ جالندھری کو تو ''شاہنامہ'' کی ترتیب کے دوران ان کا تعاون حاصل رہا) احسان دانش، علامہ حسین میر کاشمیری، پطرس بخاری، عبدالمجید سالک، ڈاکٹر سید عبداللہ، شکیل بدیوانی، عبدالحمید عدم، مجید لاہوری، آپ کے ساتھ بے تکلف تعلقات رکھتے تھے۔ وہ آپ کی ادبی گفتگو سے معمور مجالس کا حصہ بنتے آپ کی بھی سنتے اور اپنی بھی سناتے دونوں طرف سے داد وتحسین محبت والفت کے ڈونگرے برستے اور آپ کے اردو ادب پر عبور اور سخن فہمی وسخن شناسی کے معترف ہو کر محفل برخاست کرتے۔ ساغر صدیقی مرحوم نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ کی وفات پر کہا تھا۔

آج مٹی کا وہاں ڈھیر سا ہوگا ساغؔر
سر جھکاتی تھی جہاں لوح وقلم کی دنیا!

شاہ جیؒ بھی ان شعراء سے بھرپور استفادہ کرتے۔ اور ان کی تخلیقات شعوری طور پر اپنی خطابت کا حصہ بناتے یا غیر شعوری طور پر ان کے بیان میں در آتے۔ آپ نے مولانا ماہر القادری کو ایک ملاقات میں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''تمہارے شعروں سے میں کیا کام لیتا ہوں یہ میری تقریروں سے معلوم ہوگا۔'' (۳) احمد ندیم قاسمی ملتان میں ان سے ملاقات کے احوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ایک بار ملتان میں ان کی خدمت میں حاضر بھی ہوا مگر جس شفقت سے شاہ جیؒ نے میری پذیرائی فرمائی اور جس محبت سے انہوں نے مجھے سینے سے لگایا اور پھر جس عالی ظرفی سے انہوں نے مجھے خود میرے ہی اشعار سنانے شروع کیے کہ آبدیدہ بھی ہوجاتے تھے، داد بھی دیتے جاتے تھے اور میرے حق میں دعا بھی فرماتے جاتے تھے، تو مجھے محسوس ہوا کہ شاہ جی تو مجھ سے مدتوں سے متعارف ہیں اور اپنے فن کے بارے میں خود مجھے اتنی معلومات حاصل نہیں جتنی ہماری تاریخ کی اس عظیم شخصیت کو حاصل ہیں۔'' (۴)

شاہ جیؒ کو بچپن ہی سے اردو زبان وادب اور شعروشاعری سے گہرا تعلق رہا ہے، اردو ان کی گھٹی میں پڑی تھی وہ خود فرماتے ہیں:

''نانی مرحومہ سے اردو بول چال میں صحت پیدا کی، شادؔ عظیم آبادی کی ادبی شہرت کا آغاز تھا وہ زبان ومحاورہ کی سند وتحقیق کے لیے اکثر نانی اماں سے مشورہ کرتے اور مستفیض ہوتے تھے۔ ہم (شاہ جی) شاد کی صحبتوں میں رہ کر زبان وبیان میں اتارو ہو گئے اور ذہانت وذکاوت کے فطری انعام نے طبیعت میں چار چاند لگا دیئے۔'' (۵)

عرصہ دراز تک شاہ جیؒ کی مصاحبت کا شرف پانے والے اردو زبان وادب میں شاہ جیؒ سے مستفیض ہونے والے شاہ جیؒ کے عقیدت کیش جداگانہ طرز کے ادیب، خطیب اور شاعر شورش کاشمیری لکھتے ہیں: ''وہ نانی اماں کی زبان دانی

سے فیض پانے پر فخر کرتے اور شاد عظیم آبادی سے اپنی ہم صحبتی وہم سخنی کے واقعات بڑے کرّ وفر سے بیان کرتے جہاں تک اردو زبان سے آشنائی کا تعلق تھا وہ کسی بھی اہل زبان سے اپنے تئیں کم نہ سمجھتے تھے اپنی زبان کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ مستند ہے میرا فرمایا ہوا اور یہ غلط نہ تھا۔(۶) باسم میواتی لکھتے ہیں: ایک روز میں نے پوچھا شاہ جی آپ نے اتنی پرزور اور شگفتہ اردو کہاں سے سیکھی، انہوں نے کہا کہ شاید آپ لوگ ہمیں ''پنجابی ڈھگہ'' سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اردو کہاں سے سیکھی، آپ مولانا ظفر علی خان سے یہ سوال کیوں نہیں کرتے، پھر شفقت سے فرمانے لگے کہ آپ اردو کے کلاسیکل شاعر شاد عظیم آبادی کو جانتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اچھی طرح انہوں نے کہا کہ جب شاد صاحب کو اردو کے کسی محاورہ یا لفظ کے بارے میں شک ہوتا تھا تو وہ ایک خاتون سے اس سلسلہ میں استفسار کرتے تھے، پتہ ہے وہ خاتون کون تھی۔ وہ میری نانی تھی، چنانچہ اردو ہماری گھٹی میں پڑی ہے۔(۷) آپ کی اردو دانی اور زبان وبیان پر کمال دسترس اور عبور کو دیکھتے ہوئے اس دور کے اصحاب فضل وکمال اور جداگانہ اسلوب وادار کھنے والے ادیبوں، شاعروں اور قلمکاروں نے ان کی اردو زبان سے محبت، تعلق اور ان کے زبان سے ادا ہوتے الفاظ کی قوت، تاثیر اور تابندگی سے متاثر ہو کر بڑے وقیع الفاظ میں آپ کی تائید وتحسین کی، مولانا ابوالکلام آزادؒ جو زبان وبیان اور ادبیت میں ایک الگ مقام رکھتے ہیں شاہ جیؒ کو ان سے خصوصی ارادت کا تعلق تھا اپنے بڑوں کی فہرست میں شمار کرتے، اور ان کی دینی، علمی، ادبی، سیاسی اور سماجی خدمات کے بڑے معترف تھے۔ انہوں نے شاہ جیؒ کی اردو خطابت کے بارے میں جن وقیع خیالات کا اظہار کیا ہے وہ ایک بہت بڑی سند ہے، فرمایا: ''شاہ جی کا اردو خطابت میں وہی مقام ہے جو اردو شاعری میں میر انیس کا درجہ ہے۔''(۸)

مولانا محمد حنیف ندویؒ نے یہاں تک لکھا کہ: ''اردو بولتے تو معلوم ہوتا تھا کہ غالب اور داغ نے شاعری چھوڑ کر خطابت اختیار کر لی ہے اور پنجابی میں تقریر کرتے تھے تو محسوس ہوتا تھا کہ چناب اور راوی نے اپنی روانیاں انہیں بخش دی ہیں۔''(۹) مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ نے دہلی سے شائع ہونے والے رسالہ ''برھان'' کے افق سے اردو ادب کی دنیا کو بہت سی روشنی دی، اپنی تحریرات کی کرنوں سے ایک عالم کو ضیاء بار کیا۔ تاریخ، ادب، تصوف، شخصیات متنوع موضوعات پر آپ کے قلم نے اردو ادب کو بہت کچھ دیا۔ وہ شاہ جی کی زبان دانی کا یوں تذکرہ کرتے ہیں:

''شاہ جی کی ابتدائی تعلیم وتربیت پٹنہ میں ہوئی۔ جو دلی اور لکھنو کے بعد اردو زبان اور شعر وشاعری کا تیسرا مرکز تھا اور اسی کا اثر تھا کہ شاہ جی نسلاً پنجابی ہونے کے باوجود اردو زبان ٹکسالی بولتے اور اس کے محاورات وضرب الامثال پر بڑی قدرت رکھتے تھے۔ نانی سے اردو بول چال کی زبان سیکھی۔ شاد عظیم آبادی کے اس خاندان سے ذاتی مراسم تھے۔ اس قُرب سے شاہ جی کو بھی شاد عظیم آبادی کی صحبتوں میں بیٹھنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا۔ ذہانت وفطانت خداداد تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کم عمری میں ہی پختہ ہو گئے۔ دماغ چمک اُٹھا اور زبان منجھ گئی۔''(۱۰)

مختار مسعود جن کی کتاب آواز دوست اردو ادب میں ایک ارفع کتاب تصور کی جاتی ہے۔ انہوں نے شاہ جیؒ کی زندگی کو ایک طویل اردو تقریر قرار دیا ہے، انہوں نے اردو زبان کے حوالے سے انتہائی عمدہ الفاظ (۱۱) میں شاہ جیؒ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ ان کے قلم کی زبانی پڑھیئے:

’’ذاکر صاحب نے مسلم یونی ورسٹی کی طرف سے ابوالکلام آزاد کو اعزازی ڈاکٹریٹ کی سند پیش کرنے کے موقع پر کہا تھا کہ اردو زبان کو ہمیشہ اس پر فخر رہے گا کہ وہ آپ کی زبان سے بولی اور آپ کے قلم سے لکھی گئی۔ اردو نے جب بھی اپنے سرمایہ افتخار پر ناز کیا تو اسے بہت سے لوگ یاد آئیں گے۔ ان میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری بھی شامل ہوں گے۔ جن کے لیے سیاست دراصل ایک اسٹیج، سیاسی جماعتیں صرف منتظمین جلسہ، ملک بھر کی آبادی محض سامعین اور زندگی ایک طویل اردو تقریر تھی۔ اس خطیبانہ زندگی میں ان کے ہم عصر تو بہت تھے مگر ہمسر کوئی نہ تھا۔‘‘(۱۲)

شورش کاشمیری جنہوں نے شاہ جیؒ سے اردو خطابت کے بال و پر حاصل کیے لکھتے ہیں:

’’ان کی گفتگو سے یہ پہچاننا مشکل تھا کہ وہ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اردو بولتے تو اہلِ زبان کا لب ولہجہ کھلا جاتا۔‘‘(۱۳)

خواجہ عبدالحئی فاروقیؒ آپ کی اردو دانی اور مختلف علاقوں کی بولی ٹھولی پر دسترس رکھنے میں مہارت کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

’’حضرت شاہ جیؒ کی ایک خصوصیت ایسی تھی جو میں نے کسی لیڈر میں نہیں دیکھی۔ میں جب پہلی مرتبہ ان سے امرتسر میں ملا تو وہ نہایت فصیح اور بلیغ اردو میں باتیں کرتے تھے۔ میں یہ سمجھا کہ وہ دہلی یا لکھنؤ کے رہنے والے ہیں۔ پھر جب ایک مرتبہ موچی دروازہ کے باہر ان کی تقریر پنجابی زبان میں سنی تو مجھے اس بات کا یقین کرنے سے کوئی چیز روک نہ سکی کہ وہ لاہور یا امرتسر کے رہنے والے ہیں۔ ایک مرتبہ میں نے ان کو بہاریوں کے مجمع میں گفتگو کرتے دیکھا۔ تو مجھے اپنا ہی خیال بدلنا پڑا اور یہ یقین کرنے پر مجبور ہو گیا کہ وہ خالص بہاری ہیں۔ ان کے لب ولہجہ سے بالکل شبہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ بہار کے رہنے والے نہیں۔‘‘(۱۴)

’’شاہ جی نے محض ایک خطیب ہو کر جو لسانی خدمات انجام دی ہیں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے شاہ جی کے فیض یافتہ اور ان کے خطابت سے بہت کچھ سیکھنے اور اخذ کرنے والے مایہ ناز ادیب شورش کاشمیری نے اپنی کتاب ’’سید عطاء اللہ شاہ بخاری سوانح وافکار‘‘ میں ان کے لسانی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: تقریباً سبھی خطباء میں زبان وبیان کی سجاوٹ ہوتی ہے مگر لسانیات میں تخلیقی حصہ نہیں لیتے لیکن مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ اور مولانا ظفر علی خانؒ اس سے مستثنیٰ ہیں اور اس کی وجہ ان کا ادیب ہونا ہے۔ ان ہر سہ حضرات نے اردو زبان کو سینکڑوں سیاسی الفاظ اور سیاسی مصطلحات دیں بلکہ اردو کا سیاسی لغت تیار کرنے میں ان حضرات کا نمایاں حصہ تھا لیکن شاہ جی

نے محض ایک خطیب ہو کر اردو کو بہت کچھ دیا۔

۱۔انہوں نے اردو خطابت میں بے ساختہ پن پیدا کیا۔اور اپنے طرز بیان سے ثابت کیا کہ نفاستِ زبان ہی خطابت کا حقیقی جوہر ہے۔

۲۔بعض سیاسی حالات کی مطابقت سے بیسیوں محاورے اور کتنی ہی اچھوتی ترکیبیں ایجاد کیں جن کا اس سے پہلے اردو میں تصور تک نہ تھا۔

۳۔جن علاقوں (بالخصوص پنجاب کے شمالی مغربی اضلاع) میں اردو کا وجود اجنبی تھا وہاں نہ صرف اردو کا مذاق عام کیا بلکہ لوگوں کو شوق دلایا کہ وہ اردو کو دفتری ضروریات کے بجائے قومی ثقافت کا حصہ سمجھیں۔

۴۔اردو کو پنجابی خاندانوں کے ڈرائنگ روموں سے نکالا اور کوچہ و بازار تک پہنچانے میں گراں قدر حصہ لیا۔

۵۔مولانا ابوالکلام آزاد کی انشا اور شاہ جی کی خطابت میں واضح تفاوت کے باوجود ایک گونہ مماثلت ہے مولانا کی تحریروں میں عبارت کے ہر موڑ پر اساتذہ کے اشعار نگینے کی طرح جڑے ملتے ہیں۔شاہ جی کی تقریروں میں برجستہ شعر اس طرح وارد ہوتے تھے کہ ان کی چمک دمک میں اضافہ ہو جاتا۔مولانا اپنی تحریروں کو قرآن مجید کی آیات سے مرصع فرماتے۔شاہ جی اپنی تقریروں میں آیات کو ہیرے کی طرح ٹانکتے۔‘‘(۱۵)

انہوں نے اپنی زبان سے اردو زبان کی جو خدمت کی وہ محتاج بیاں نہیں، آپ نے عوامی اور ان پڑھ حلقوں میں اردو زبان کو اپنی خطیبانہ طاقت سے جو معراج عطاء کی وہ انہی کا حصہ ہے۔وہ یہ کہہ سکتے تھے

دعا دے اے زمین سخن
کہ میں نے تجھے آسماں کردیا

آپ نے دیہاتی ماحول میں اردو کے ذریعے عوام میں اردو بولنے سمجھنے اور ان کو زندہ رکھنے کی جو خدمات بحیثیت ایک خطیب کے انجام دی ہیں وہ کسی ادیب کے ادیبانہ طمطراق سے معمور تحریروں اور پھڑکتے مچلتے اور زود اثر جملوں کے اثر اندازی سے کم نہیں۔آپ ان پڑھ لوگوں کے لیے ایک بولتا اردو مجلہ اور تحریر تھے۔کسی نے آپ کو مولانا ابوالکلام آزادؒ کے ’’الہلال کا عوامی ترجمان‘‘ کے نام سے یاد کیا ہے اور یہ بالکل بجا ہے۔انہوں نے الہلال اور مولانا ظفر علی خان کے ستارہ صبح کے مطالعہ سے بہت کچھ سیکھا اور پھر اپنے خداداد ملکۂ خطابت کے ذریعے ان پڑھ لوگوں اور دیہاتی مجمعوں میں الہلال کے متن کی تشریح خطابت کی صورت میں گھنٹوں کرتے اور ان کے دلوں میں آزادیٔ وطن کے جذبات کی چنگاری بھڑکاتے۔وہ خود فرمایا کرتے تھے:

’’مولانا آزاد کے الہلال نے میری شریانوں میں لہو دوڑایا، میرے ذہن کو جلا بخشی اور سیاسی جدوجہد میں رہنمائی کی۔’’احرار‘‘، ’’الہلال‘‘ کی بازگشت ہی تو ہیں۔‘‘(۱۶) ظفر علی خان کے ’’ستارۂ صبح‘‘ کے بارے میں موچی

دروازہ لاہور ۱۹۵۲ء کے ایک جلسۂ عام میں مولانا ظفر علی خانؒ کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا: ’’ظفر علی خان! تیرے ستارۂ صبح نے میرے جگر میں آگ لگا دی تھی۔‘‘ (۱۷)

انہوں نے عوامی طبقہ کو ’’الہلال‘‘ کا پیغام بھی پہنچایا اور ضمناً اردو زبان کے چمنستان کی آبیاری بھی کرتے رہے۔ نذیر مجیدی اپنی کتاب ’’شاہ جیؒ‘‘ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

’’اسی میدان میں مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمۃ کا ’’البلاغ‘‘ و ’’الہلال‘‘ مولانا محمد علی جوہر کا ’’ہمدرد اور کامریڈ‘‘ مولانا ظفر علی خان کا ’’زمیندار‘‘ اور حضرت شاہ صاحب کی قوت گفتار یہ سب یکساں درجہ رکھتے تھے۔ بلکہ یوں کہنا مبنی بر حقیقت ہوگا کہ وہ دیہاتی علاقے جہاں لوگ ان پڑھ اور اخباری دنیا سے ناواقف تھے، جہاں پر ان تینوں بزرگوں مولانا ابوالکلام آزادؒ مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خان کی (تحریری) کوششیں اپنا اثر پیدا نہ کر سکیں، وہاں بخاری کے زمزمے فضا میں گونج گئے۔ یہ تینوں بزرگ جو کام اپنی قلم سے سرانجام دیتے رہے بالکل وہی کام یہ مرد مجاہد تنہا سرانجام دیتا رہا۔‘‘ (۱۸)

شاہ جی نے اپنی خطابت سے اردو زبان کی توسیع، ترویج اور اس کی تعبیر وتفہیم اور اس زبان سے عوام کا رشتہ مستحکم بنائے رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ شورش کاشمیریؒ کے بقول: ’’ان کے زبان پر چڑھ کر سیکڑوں منسوخ ومتبدل الفاظ شائستہ وحسین ہو گئے اور سماعت میں جھولنے لگے۔‘‘ (۱۹)

ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ کی سحر انگیز خطابت کے ضمن میں لسانی خدمات پر کوئی صاحب قلم خوب بسط وتفصیل سے قلم اُٹھائے۔ مگر کیا کیا جائے یہاں پر تو ان کے دیگر انقلابی خدمات کا باب بھی اپنوں کی تحریرات سے غائب ہے، اردو زبان کی خدمات کو تو معنوی درجہ دے کر پہلو تہی کا بہانہ کیا جا سکتا ہے۔ شورش کاشمیری نے بجا لکھا ہے کہ اگر تحقیق کی جائے تو یہ بات بھی نکھر کر سامنے آجائے گی کہ نشوونما کے اعتبار سے اردو کا دامن ان کی خوبی گفتار کا منت پذیر ہے۔ (۲۰)

مصادر ومراجع

۱۔ سید کلب مصطفی، فن خطابت، ادارہ فروغِ اُردو لکھنؤ، دسمبر ۱۹۵۷ء، ص:۱۰

۲۔ شورش کاشمیری، فنِ خطابت، مطبوعات چٹان ۸۸ میکلوڈ روڈ لاہور، ص:۱۰۸۔۱۰۹

۳۔ ماہنامہ نقیب ختم نبوت، امیر شریعت نمبر، ج ا ص:۵۰۲

۴۔ ماہنامہ نقیب ختم نبوت، امیر شریعت نمبر، ج ا ص:۵۱۹

۵۔ شورش کاشمیری، سید عطاء اللہ شاہ بخاری سوانح وافکار، ص:۴۵

۶۔ شورش کاشمیری، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سوانح وافکار، ص:۴۶

۷۔ ماہنامہ نقیب ختم نبوت، امیر شریعت نمبر، ج ۲ ص: ۴۰۲

۸۔ شورش کاشمیری، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سوانح وافکار، ص: ۲۷۰

۹۔ ماہنامہ ''الاعتصام'' لاہور ۸ ستمبر ۱۹۶۱ء

۱۰۔ ماہنامہ ''برہان'' دہلی ستمبر ۱۹۶۱ء ص: ۱۳۱

۱۱۔ نایاب حسن قاسمی لکھتے ہیں: احرار کے بارے میں مسعود صاحب کا نظریہ صاف نہیں؛ اس لیے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی خطیبانہ عبقریت اور فکر ونظر کی نابغیت کو تسلیم کرنے اور ان سے ملاقات کی اپنی خواہش واشتیاق کے اظہار، پھر ان سے ملنے کی روداد کے بالتفصیل بیان کے ساتھ بعض حوالوں سے ڈنڈی بھی مار گئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: ''جب میں ملتان تعینات ہوا، تو ضلع کے اہم افراد کی ایک فہرست پیش ہوئی، اس میں سرکردہ افراد بھی تھے اور سرکش اشخاص بھی، بڑے سے بڑے ٹوڈی سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے باغی کا نام درج تھا۔ ایک نام دیکھ کر میں ٹھٹھک گیا، یہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا نام تھا''۔ (ص: ۱۴۷) انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ شاہ صاحب کا نام کس ضمن میں درج تھا... سرکردہ افراد میں، سرکشوں میں، ٹوڈیوں میں یا باغیوں میں؟ قاری کو ان کے طرزِ بیان سے مغالطہ ہوتا ہے کہ شاید شاہ صاحب کا نام ''سرکشوں'' یا ''باغیوں'' میں ہوگا۔ آگے انھوں نے لکھا ہے کہ شاہ صاحب اپنی ذات سے ایک انجمن تھے اور اس انجمن کا نام مجلسِ احرار تھا، مگر احرار کے تئیں ان کے دل میں جو شدید بغض یا بدگمانی تھی، اس کے اظہار کے لیے فوراً ہی لکھتے ہیں: ''ظفر علی خاں نے اسی مجلسِ احرار کا قافیہ بیزار، اشرار، غلط کار، چندے کے طلب گار اور رسواسرِ بازار سے ملایا تھا''۔ انھوں نے کتاب کے کل نو صفحات میں شاہ صاحب کا تذکرہ کیا ہے اور بیشتر تعریفی جملے کے فوراً یا چند سطروں کے بعد کوئی ایسا جملہ ضرور لکھا ہے، جس سے ان کی ذات یا جس تحریک سے وہ وابستہ رہے، اس کے سقم کا پہلو نکلتا ہو، اس طرح ایک تو انھوں نے احرار کے تئیں اپنے روایتی تحفظ کا اظہار کیا، دوسرے چوں کہ وہ ان دنوں گورنمنٹ کے آدمی تھے اور پاکستان حکومت نے ابتدائی دنوں میں باقاعدہ احرار کو موردِ ملامت قرار دے رکھا تھا؛ اس لیے بھی وہ صرف تعریف نہیں کر سکتے تھے۔ ۲۸ جون ۱۹۵۹ء کو شاہ صاحب سے اپنی ملاقات کا حال بھی لکھا ہے، انھیں شاہ صاحب سے ملنے کا اشتیاق تھا، انھوں نے شاہ جی کے ایک ملنے والے منشی عبدالرحمن کو بیچ میں ڈالا، شاہ صاحب کو پہلے تو یہ جان کر کہ وہ ڈپٹی کمشنر ہیں، ملنے میں تامل ہوا، مگر پھر ان کے یہاں پہنچے، کئی گھنٹوں کی مجلس رہی اور اس دوران شاہ صاحب نے اپنے مزاج ومذاق کے مطابق گزشتہ چالیس سال کی برصغیر کی سیاسی وسماجی تاریخ کے اوراق الٹ کر رکھ دیے، مسعود صاحب نے لکھا ہے کہ اسی اثنا میں انھوں نے شاہ صاحب سے متعدد سوالات بھی کیے اور انھوں نے ان سوالوں کے جواب بھی دیے۔ آخری سوال انھوں نے پوچھا: ''اگر قیامت کے دن آپ سے پوچھا گیا کہ اے وہ شخص، جسے بیان وکلام میں چالیس کروڑ افراد پر

فوقیت دی گئی تھی، اس خطابت کا حساب پیش کرو، تو آپ ناکام تحریکوں کے علاوہ کیا پیش کریں گے؟ اسی سوال کی دوسری شکل یہ تھی کہ آپ نے اپنی جدوجہد کا انجام دیکھ لیا، اب اگر زمانہ چالیس برس پیچھے لوٹ جائے، تو آپ اپنی خطابت اور طلاقت کا دوبارہ وہی استعمال کریں گے یا آپ کی زندگی بالکل نئی ہوگی؟ شاہ جی یکا یک خاموش ہوگئے، ان کی خاموشی میں آزردگی بھی شامل تھی، میں نے موضوع بدل دیا اور اپنی آٹوگراف البم ان کے سامنے پیش کردی‘‘۔(ص:۱۵۲) ملاقات کا یہ اختتامیہ ایسا ہے گویا شاہ صاحب مختار مسعود کا سوال سن کر لاجواب ہوگئے، ان سے کوئی جواب بن نہیں پڑ رہا تھا، تو فوراً ہی مختار صاحب نے بات کا رخ پھیر دیا، گویا اس طرح انھوں نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور احرار کی چالیس سالہ سیاسی وسماجی جدوجہد کی ناکامی ونامرادی پر مہر ثبت کرنا چاہی ہے۔ ان کے جیسے دیدہ ور اہلِ علم وقلم کی ایسی تنگ نظری تاریخ کے طالب علموں کو آزردہ کرتی ہے اور جب حقائق کے دوسرے رخ سامنے آتے ہیں، تو تکلیف ہوتی ہے کہ تمام تر روشن دماغی وروشن ضمیری کے دعووں کے باوجود بھی انسان کہیں نہ کہیں جانبداری وتعصب کا شکار ہو کر رہتا ہے۔ بہر حال شاہ صاحب سے مختار مسعود کی ملاقات کا ایک احوال تو وہ ہے، جو’’آوازِ دوست‘‘ میں ملتا ہے اور اسے اب تک ہزاروں لوگوں نے پڑھا ہوگا اور احرار و بخاری کے بارے میں ایک رائے قائم کرلی ہوگی، جبکہ اسی ملاقات کی ایک روداد مجھے ایک دوسری کتاب’’شورش کاشمیری: احوال و آثار‘‘ میں پڑھنے کو ملی، جس کے مطابق مختار مسعود کے بیان کردہ واقعے پر ردِعمل ظاہر کرتے ہوئے شاہ صاحب کے بیٹے سید عطاء المومن نے ۱۵؍ستمبر ۱۹۸۵ء کو فیصل آباد کے ایک جلسے میں یہ کہا کہ: جناب مختار مسعود نے دروغ گوئی اور الزام تراشی سے کام لیا ہے، جہاں تک اس ملاقات کا تعلق ہے، تو وہ ہوئی تھی اور اس میں اور بھی لوگ شامل تھے، جو ابھی زندہ ہیں اور اس واقعے کے گواہ ہیں اور اب بھی اس بات کی شہادت دے سکتے ہیں کہ اس ملاقات کا مقصد حکومت کی طرف سے شاہ جی کو دو مربع زمین مع ٹیوب ویل کی پیش کش کرنا تھا، مگر شاہ صاحب نے سختی سے انکار کردیا اور یہ کہا کہ: میں نے تو آپ کو شریف انسان سمجھ کر ملاقات کی تھی۔(ص:٦١٣) جہاں تک ان کے سوال کا تعلق ہے، تو اس کا جواب ہر اُس انسان کے ذہن میں ہونا چاہیے، جو بیسویں صدی کی پہلے پچاس سال کی تاریخ سے آگاہ ہے، یہ حقیقت ہے کہ احرار جن مقاصد ومطالبات کو لے کر اٹھے تھے، فی الجملہ ان میں انھیں ناکامی ہاتھ آئی، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کی جدوجہد کا اصل محور اجنبی حکومت سے سرزمینِ ہند کو پاک کروانا تھا اور اس کے لیے انھوں نے خصوصاً مڈل کلاس اور غریب مسلمان طبقے میں جوش وجذبہ پیدا کرنے کی مہم چلائی اور اس میں وہ کامیاب رہے، اسی طرح انھوں نے برصغیر میں پیدا ہونے والی جھوٹی نبوت کے خلاف جس شدت سے مسلم ذہن ودانش کو مجتمع کیا، اسی کا نتیجہ تھا کہ ایک زمانے کے بعد اس کے متبعین کو اقلیتوں کی فہرست میں شامل کیا گیا۔ مختار صاحب کی چالیس سال والی بات بھی عجیب ہے؛ کیوں کہ اگر زمانہ چالیس سال پیچھے لوٹے گا، تو حالات بھی تو لوٹ کر وہیں

پہنچیں گے؛ چنانچہ ان حالات میں ایک انسان اپنی صواب دید پر وہی راہِ عمل اختیار کرے گا، جو اس نے پہلے اختیار کیا تھا۔

ویسے احرار اپنی تحریک میں کتنے کامیاب رہے اور کتنے ناکام، اس پر بھرپور اور غیر جانبدارانہ تبصرہ آغا شورش کاشمیری نے کیا ہے، جو ان کی کتاب ''سید عطاء اللہ شاہ بخاری: سوانح وافکار'' اور ''تحریکِ ختم نبوت'' میں موجود ہے، اس موضوع پر شورش کی بات اس لیے قابلِ توجہ و استناد ہے کہ وہ خود احرار کے شعلہ بجاں کارکنوں میں رہے، اس کے باوجود انھوں نے جہاں فخر و مسرت کے ساتھ احرار کی کامرانیوں کا ذکر کیا ہے، وہیں کھلے دل سے ان کی غلطیوں کی بھی نشان دہی کی ہے۔

https://qindeelonline.com

۱۲۔ مختار مسعود ''آوازِ دوست'' مرزا ورلڈ بک ہاؤس، اورنگ آباد مہاراشٹرا، ۲۰۱۲، ص:۱۴۹

۱۳۔ شورش کاشمیری، سید عطاء اللہ شاہ بخاری سوانح وافکار، ص ۳۲

۱۴۔ ماہنامہ نقیب ختم نبوت امیر شریعت نمبر ج ا ص:۳۶۰

۱۵۔ شورش کاشمیری، ''عطاء اللہ شاہ بخاری سوانح وافکار''، ط ۲۰۱۲ء، ص:۱۹۷۔۱۹۸

۱۶۔ ام کفیل بخاری، بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان، طباعت جنوری ۲۰۱۳ء ''سیدی وابی''، ص: ۱۶۷

۱۷۔ ماہنامہ نقیب ختم نبوت امیر شریعت نمبر ج/ا ص:۶۵

۱۸۔ نذیر مجیدی، ''شاہ جی''، جدید بک ڈپو اردو بازار لاہور ۱۹۶۵ء، ص ۹۔۱۰

۱۹۔ شورش کاشمیری، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سوانح وافکار ص:۲۷۰

۲۰۔ ماہنامہ نقیب ختم نبوت ''امیر شریعتؒ نمبر'' ج/ا ص:۳۳

Saleem&Company

Bahar Chowk, Masoom Shah Road, Multan.

SINCE 1968

Manufacture of Quality Furniture, Government Contractors, Electronics & General Order Suppliers

سلیم اینڈ کمپنی

0302-8630028
061 -4552446 فون نمبر
بہار چوک معصوم شاہ روڈ ملتان
Email:saleemco1@gmail.com

نادر صدیقی

امیر المؤمنین خلیفۂ راشد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

(وفات: ۲۲/رجب ۶۰ھ)

میں اک ستارہ
میں حق و باطل میں فرق کرنے کا استعارہ
میں صلحِ کل کا امیں ہوں لیکن میں شمرزادوں پہ، کل فسادوں پہ سخت جاں ہوں
کہ میں اماں ہوں
سگانِ کوفہ مری امارت، مری سیاست پہ عاؤ عاؤ کیے ہی رکھتے ہیں
جانتے ہیں کہ میں امامِ حسنؓ کی حرمت کا پاسباں ہوں
میں عصمتوں کا نگاہ باں ہوں
مجھے خبر ہے مری حمایت میں لب ہلانا، وہ سچ بتانا رَوا نہیں ہے
مگر میں راضی ہوں میرے دامن میں کیا نہیں ہے
سخی قبیلے کے بادشہ نے مجھے بہت کچھ عطا کیا ہے
رسولِ اکرمؐ نے میرے بابا کے گھر کو دارالاُماں کہا ہے
خدا نے میری بہن حبیبہؓ کی ماں کو امت کی ماں کہا ہے
زہے مقدر مجھے محمدؐ نے اپنا کرتہ ھبہ کیا تھا کہ جس سے اپنا وجودِ مسعود ڈھانپتے تھے
سخی قبیلے کے بادشہ نے مجھے وہ کرتہ عطا کیا تھا
تو میں نے اپنا کفن لباسِ رسولؐ ہی کو بنا لیا تھا
وہ نورِ ایماں کی چادر اوڑھے میں اپنے مرقد سے جب اٹھوں گا
تو نسلِ ابنِ سبا کو حیرت میں ڈال دوں گا
میں سب ملنگوں کو اک اذیت میں ڈال دوں گا

☆......☆......☆

عطامحمد جنجوعہ (قسط نمبر 2)

دعوتی واصلاحی پیغام

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں عرب میں کوئی کافر نہ رہا۔ خلیفہ اول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں جزیرہ عرب کی حکومت مضبوط اور مستقل بنیادوں پر استوار ہوئی۔ بصرہ، دمشق، ایران کی فتوحات کے بعد آپ راہی ملک بقا ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شام مصر اور فارس کا اکثر حصہ فتح ہوا۔ سلطنت کسریٰ کے ٹکڑے اڑ گئے۔ قیصر کو شام سے دستبردار ہوکر قسطنطنیہ میں جا کر منہ چھپانا پڑا۔ پھر حضرت عثمان کے دور میں مشرق ومغرب کی انتہاء تک اللہ کا دین پھیل گیا۔ اندلس، قبرص، قیروان، حتی کہ چین کی سرحد تک کے علاقے آپ کے زمانے میں فتح ہوئے۔ کسریٰ کو قتل کر دیا گیا۔ ہزار ہا برس کے جلتے ہوئے آتش کدے بجھا دیئے گئے۔ دوسری جانب مدائن، عراق، خراسان، اہواز سب فتح ہو گئے۔ ان سلطنتوں کے خزانے اللہ کے نیک مفلس اور مسکین صفت بندوں پر خرچ ہوئے۔ خلفائے راشدین کے دور میں مسلمانوں کے دل خوف سے خالی ہو گئے اور ہتھیار ہر وقت لگائے رکھنا ضروری نہ رہا۔ امن وراحت کا دور دورہ رہا۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی خوشحالی اور امن کے بارے پیش گوئیاں کی تھیں۔ وہ خلافت علی منہاج نبوت کے دور میں پوری ہوئیں۔ حتی کہ حیرہ سے سانڈنی سوار تنہا عورت بیت اللہ کا طواف کر کے واپس آتی۔(۱)

ایک شبہ یہ بھی کیا جاتا ہے کہ چونکہ بنی اسرائیل میں خاندانی طور پر نبوت کا سلسلہ جاری رہا۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا حق آپ کی اہل بیت کو حاصل ہے۔ تو عرض ہے کہ یہ درست ہے کہ بنی اسرائیل میں خلفاء کا ذکر ہوا، پہلی بات یہ ہے کہ وہ انبیاء اللہ کے خلیفہ تھے۔ قرآن میں جن کے نام مذکور ہوئے۔ لیکن خاتم النبیین کے خلفاء کے نام قرآن کے کسی مقام پر موجود نہیں۔ البتہ قرآن حکیم میں وعدہ خلافت صالحین سے ہے یہ نہیں فرمایا کہ میرا وعدہ خلافت صرف آپ کی اولاد سے ہے۔ اگر غالیوں کے بارہ ائمہ کرام مراد لیے جائیں تو ماسوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت حسن رضی اللہ عنہ کے کسی کو خلافت نہ ملی۔ غور طلب پہلو ہے کہ کیا اللہ اتنا بے بس ہو گیا کہ مومنوں سے کیا ہوا وعدہ پورا نہ کر سکا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ۲۴ سال تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت نہ ملی۔ آپ کے بقول عقیدہ تقیہ کے تحت دین کو چھپانا عبادت اور ظاہر کرنا گناہ ہے۔ تو دیگر ائمہ کرام نے خلافت کے بغیر دین کو غالب کرنے کی کون سی جدوجہد کی؟ وہ کیونکر بار آور ثابت ہوئی؟ ان کے بقول منبر رسول پر جو فائز ہوئے وہ نا اہل تھے۔ جبکہ حق دار دین کو چھپاتے رہے۔ غالیوں کا عقیدہ تقیہ ائمہ کرام کی شان اقدس میں سراسر

بہتان ہے۔امامی علماء کے نزدیک آیت استخلاف کا مصداق صرف امام مہدی کا دور ہے۔غور طلب پہلو ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرب قیامت تک بنی نوع انسان کو امارت وخلافت کو امن وخوشحالی اور غلبہ دین کی برکات سے محروم رکھنا عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اطمینان قلب کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔اللہ سبحانہ نے اس وقت مہاجرین وانصار سے وعدہ کیا۔ باعث تعجب ہے کہ مار کھا کر بے ہوش ہونے والے، تپتی ریت پر احد احد پکارنے والے۔آپ کے قدموں میں گھر بار نثار کرنے والے امن وراحت کی خلافت کی برکات سے محروم رہیں اور قیامت کے قریب پیدا ہونے والے مسلمان فیض حاصل کریں یہ سراسر غیر دانش مندانہ اجتہاد ہے۔

غالی فرقہ کے نزدیک توحید، رسالت کی طرح امامت وخلافت اصول دین ہے۔جس طرح توحید، رسالت سے متعلق آیات کے متعلق قرآن حکیم میں واضح احکام موجود ہیں۔تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت وخلافت بلا فصل کے صریح الفاظ قرآن میں دکھائیں؟

اہل سنت کے نزدیک خلیفہ کے چناؤ کا حق اہل حل وعقد مجلس شوریٰ کو حاصل ہے۔ چنانچہ خلفاء راشدین کو آیت استخلاف کے نزول کے وقت مہاجرین وانصار نے باہمی مشورہ سے منتخب کیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اوران کی اقتدار میں نماز ادا کرتے رہے۔قاضی کے عہدہ پر فائز رہے۔مشیر خاص بن کر اہم قومی امور میں مشورہ دیتے رہے۔انہوں نے آپس میں رشتے ناطے کیے۔وہ آپس میں شیر وشکر بن کر رہے۔

غالی صاحبان کا موقف ہے خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا، خلفاء ثلاثہ ناجائز قابض ہو گئے تو غور طلب پہلو ہے کہ

(۱)......شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف مزاحمت کیوں نہ کی؟

(۲)......حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کے نام ابوبکر وعمر وعثمان کیوں رکھے؟

کوئی ذی شعور اپنے بیٹوں کے نام دشمنوں اور غاصبوں کے نام پر نہیں رکھتا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ، حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے دل میں خلفائے ثلاثہ کا احترام و پیار تھا۔اس لیے انہوں نے اپنے بیٹوں کے نام ان کے نام پر رکھے۔

شبہ:......آیت استخلاف سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت اللہ دیتا ہے۔شوریٰ سے نہیں ہوتی چونکہ خلفاء ثلاثہ کو شوریٰ نے چنا اس لیے خلافت ان کا حق نہیں۔

ازالہ:......انبیاء کرام پر اللہ کی طرف سے وحی آتی رہی۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا سلسلہ بند ہوگیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے اجتماعی معاملات ''وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُم'' کے تحت باہمی مشورہ سے طے کرنے کا حکم دیا۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے وعدہ کیا کہ اس کو تمہارے پاس لوٹاؤں گا۔ ظاہری طور پر فرعون کی بیوی مائی آسیہ کی وساطت سے موسیٰ اپنی ماں کی گود میں پہنچ گئے۔ لیکن درحقیقت اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔

قرآن میں ہے:

''اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ'' (الزاریات ۵۸)

''تحقیق اللہ ہی رازق ہے''

بظاہر بنی نوع انسان کھیتی باڑی، تجارت وملازمت کے سبب سے رزق حاصل کر رہے ہیں چونکہ مٹی کو زرخیزی کی صلاحیت اور انسان کو شعوری قوت اللہ نے ہی دی ہے۔ وہ ان ذرائع کو بروئے کار لا کر رزق پا رہے ہیں۔ اس لیے اللہ کا رزق دینے کا وعدہ پورا ہو رہا ہے۔ اسی طرح خلافت ابوبکر وعمر، عثمان کو بذریعہ شوریٰ ملی۔ ظاہری سبب شوریٰ کا تھا۔ مگر وعدہ اللہ کا پورا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش محبت میں پرورش پائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی تو بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں آئیں۔ غزوہ تبوک کے سوا تمام غزوات میں شرکت کی۔ غزوہ بدر کی انفرادی جنگ میں سالار قریش عتبہ کے دو بیٹوں ولید اور شیبہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا، جنگ احزاب میں آپ رضی اللہ عنہ نے عرب کے مشہور پہلوان عمرو بن عبدوُد کو ایک ہی وار میں ہلاک کر دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ ان دس خوش نصیب صحابیوں میں سے ہیں جن کو مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں جنت کی بشارت دے دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے موقع پر بشارت دی رب کی نصرت سے حضرت علی حیدر رضی اللہ عنہ نے سالار یہود مرحب کو قتل کیا اور فاتح خیبر کا اعزاز حاصل کیا اور مجاہدین نے بھرپور حملہ کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

امامی قصہ گو نعمت اللہ الجزائری واقعہ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب ''الانوار النعمانیہ'' میں لکھتا ہے۔

''حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب علی رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار مرحب کو قتل کرنے کے لیے اٹھائی تو اللہ تعالیٰ نے اسرافیل ومیکائیل کو

حکم دیا کہ علی کا بازو ہوا میں روک لوتا کہ پوری قوت سے نہ ماریں۔ مگر علی کی تلوار کی ضرب اتنی شدید تھی کہ اس کے باوجود وہ مرحب اور اس کے گھوڑے کو دو ٹکڑے کرتی ہوئی طبقات زمین میں پہنچ گئی۔ یہ صورت حال دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ اے جبرائیل! جلدی زمین کے نیچے پہنچ اور علی کی تلوار کو اس بیل تک نہ پہنچنے دے جس نے زمین کو اپنے سینگوں پر اٹھایا ہوا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ زمین زیروزبر ہوجائے۔ لہٰذا میں گیا اور تلوار کو روکا۔ وہ تلوار میرے بازو پر قوم لوط کے سات شہروں سے بھاری تھی۔‘‘(۲)

ذکراین اپنے قصیدوں میں یہ واقعہ عموماً بیان کرتے ہیں لیکن چند لمحات کے بعد اہل بیت پر مصائب والم کا تذکرہ کرتے ہیں۔ مومنو! عیسائیوں نے نبی کی لخت جگر بتول کا حیا کیا لیکن مسلمانوں کے دربار میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حق تلفی ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی بنایا لیکن مسلمانوں نے وہ حکم پس پشت ڈال دیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ ناجائز قابض ہوگئے۔ خلفاء نے دین میں تحریف کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منع کیا، لیکن وہ باز نہ آئے۔ اس قسم کے قصے سن کر اور واقعات پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اور بے ساختہ ذہن میں سوال جنم لیتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وہ ذوالفقار نیام سے باہر کیوں نہ آئی جو مرحب کو چیرتی ہوئی زمین کی تہہ تک پہنچ گئی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مافوق الفطرت اور بے بسی کے متضاد نظریات تمہی کو مبارک، ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

اہل سنت کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ نڈر اور دلیر تھے۔ جنہوں نے بدرواحد میں کفار کی صفوں کو درہم برہم کردیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیرت شاہد ہے کہ وہ زندگی بھر کسی دشمن سے ڈرے اور نہ کسی کے سامنے جھکے۔ قربان جائیں آپ رضی اللہ عنہ کی دعوت وعزیمت پر جن کی خلافت کے دور میں سبائی گروہ نے اسلام کے اساسی عقائد میں تحریف کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا کہنا شروع کیا۔ اس وقت انہوں نے مصلحت اور لچک کا رویہ نہیں اپنایا بلکہ ان سبائیوں کو زندہ جلانے کا حکم دیا۔ ہمارا ایمان ہے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اہل بیت کی بے حرمتی ہوئی ہوتی یا خلفاء ثلاثہ مصنوعی قرآن کے احکام نافذ کرتے تو اسداللہ علی حیدر کرار کی تلوار ضرور حرکت میں آتی۔

حواشی

(۱)......ماخوذ تفسیر ابن کثیر

الانوار النعمانیہ جلد 1 صفحہ 64

خطاب: امیر احرار حافظ سید محمد کفیل بخاری

بموقع نماز جنازہ قائد احرار حضرت پیر جی مولانا سید عطاء المہیمن بخاری رحمہ اللہ

الحمدُ للہِ وَحْدَہٗ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الانبیاءِ محمّدٍ و علٰی اٰلہٖ و

اصحابہٖ و ازواجہٖ و ذریاتہٖ و اتباعہٖ و بارک و سلم تسلیما کثیراً کثیرا

قال اللہ تعالیٰ: کل نفس ذائقۃ الموت، صدق اللہ العظیم

اکابر علماءِ کرام، اسٹیج پر موجود، سیاسی زعما، سماجی رہنماء، دینی مدارس کے نہایت قابل احترام طلبہ، مختلف دینی وسیاسی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے کارکنان اور مجلس احرار اسلام کے مخلص وایثار پیشہ کارکنان، میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ غم کے اس موقع پر آپ ہمارے لیے صبر اور حوصلے کا باعث بنے اور یہاں تشریف لا کر ہم سے اظہار ِتعزیت، اظہارِ غم، جنازہ میں شرکت، اپنی محبت اور خلوص کا بھرپور اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر عطا فرمائیں۔

آج ہم بہت غمگین ہیں۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی آخری نشانی، قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہم سے جدا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ حضرات اتنی بڑی تعداد میں حضرت کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے یہاں جمع ہیں۔ یہ ملتان کی تاریخ کا بہت بڑا اجتماع ہے۔ قاسم باغ سٹیڈیم اپنی تنگ دامنی کا اظہار کر رہا ہے۔ اس اجتماع کے سامنے دو تین باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے برِصغیر پاک وہند میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ، فتنۂ قادیانیت کے استیصال اور اس کے مقابلے کے لیے جن لوگوں کو چُنا اور ان سے ایسا عظیم الشان کام لیا کہ وہ تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ محدث کبیر حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ نے اپنے تمام تلامذہ کو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور محاسبۂ قادیانیت کے محاذ پر جس تدبر اور فہم وفراست کے ساتھ کھڑا کیا اور جن افراد کا، جن علماء کا چناؤ کیا، وہ بے مثال تھے۔ مارچ 1930ء میں انجمن خدام الدین لاہور کے اجتماع میں قافلۂ ولی اللّٰھی اور قافلۂ شیخ الہند کے پانچ سو علماء جمع تھے۔ جنھوں نے ''حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ'' کی قیادت میں مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو علماء کی اس جماعت کا سربراہ ''امیر شریعت'' بنایا حضرت انور شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''دین کی قدریں بگڑ رہی ہیں۔ کفر چاروں طرف سے یلغار کر چکا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کو اپنے لیے ایک امیر کا انتخاب کرنا چاہیے۔ میں اس کے لیے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو منتخب کرتا ہوں۔ وہ نیک بھی ہیں اور بہادر بھی۔ بکتے ہیں نہ جھکتے ہیں اور نہ کسی سے ڈرتے ہیں۔ ہم نے تحفظ ختم نبوت

کے محاذ پر ان کو ''اپنا امیر شریعت'' اور سپہ سالار بنا دیا ہے۔ میں ان کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں''

چنانچہ حضرت انور شاہ صاحب کے اعلان پر پانچ سو علماء نے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ہاتھ پر بیعت ''امیر شریعت'' کی۔ اللہ کے فضل و کرم سے حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری اور ان کے تمام تلامذہ، دار العلوم دیو بند کے تمام علماء، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مفتی کفایت اللہ اور پورے کا پورا یہ قافلۂ حریت اور قافلۂ علم و تقویٰ ''امیر شریعت'' حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی پشت پر تھا، ان کے دائیں اور اُن کے بائیں تھا۔ اور پھر سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی جو پشتی بانی اُن کے مرشد، محسنِ احرار، مرشدِ علماء حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ نے فرمائی وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ:

''شاہ صاحب! آپ کو وظائف کی ضرورت نہیں ہے، آپ اپنی تقریر کے ذریعہ ہی بہت عبادت کر لیتے ہیں۔''

پھر انہوں نے اس مشن میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کی جماعت مجلس احرار اسلام کی مکمل سرپرستی فرمائی۔ آج اس جماعت کو 91 برس ہو گئے ہیں۔ محض دنیا کا اقتدار مطلوب و مقصود نہیں ہے۔ دین کی محنت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ ختم نبوت کا تحفظ، ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم، مسلمانوں کے ایمانوں کی حفاظت اور فتنوں کا مقابلہ۔ یہ ہے ہمارا مشن، یہ ہے ہمارا کام، اقتدار تو آنی جانی چیز ہے۔ دین ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اپنی جماعت مجلس احرار اسلام کو لے کر قادیان میں داخل ہوئے اور ختم نبوت کا مرکز قائم کیا۔ یہ مجلس احرار کا فخر اور سعادت ہے۔ ہم نے قادیانیوں سے لڑائی نہیں کی، انہیں اسلام کی دعوت دی ہے۔ انہیں ایک روشن راستے کی طرف بلایا ہے۔ امیر شریعتؒ نے اکتوبر 1934ء میں قادیان کے اندر جو تین روزہ کانفرنس کی اس کا عنوان ہی ''احرار تبلیغ کانفرنس تھا''۔ دین کی دعوت، دین کی تبلیغ، دین کی ترویج و اشاعت، دین کا تحفظ، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس و منصبِ ختم نبوت کا تحفظ احرار کا مقصد اور نصب العین تھا اور ہے یہی ہماری پہچان ہے۔ یہی ہماری شناخت ہے۔ ہم 91 برس سے اپنی اس پہچان اور شناخت کے ساتھ پوری توانائی سے کھڑے ہیں۔ ہمارے قدم ڈگمگائے نہ عزائم کمزور ہوئے۔ ہمارے چہرے اس پیغام سے آج بھی روشن ہیں۔ ہم مرتے دم تک اس پیغام حق کو اپنی زبانوں سے جاری رکھیں گے اور علم ختم نبوت کو بلند رکھیں گے۔ (ان شاء اللہ)

مجلس احرار اسلام اب بھی دین کی دعوت دے رہی ہے۔ شعبۂ دعوت و تبلیغ ہمارا سب سے مضبوط شعبہ ہے۔ صرف قادیانیوں کو ہی نہیں بلکہ تمام غیر مسلموں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلانا ہے اور پیغام ختم نبوت پہنچانا ہے۔ ہماری اس محنت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اتنی زیادہ برکت ڈالی ہے کہ میں اور آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔

ہر روز کوئی نہ کوئی مسلمان ہو رہا ہے۔

یہی امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا پیغام تھا جسے آپ کی جماعت مجلس احرار اسلام، آپ کے عظیم رفقاء وکارکنان اور آپ کے فرزندان نے بڑی استقامت کے ساتھ مسلمانوں میں پہنچایا۔

حضرت امیر شریعتؒ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے چاروں فرزندان نے اپنی اعتقادی وفکری اور نظریاتی شناخت کے ساتھ نصف صدی تک ایک بھرپور جدوجہد کی۔ اُن کی مجاہدانہ زندگی لوگوں کے سامنے ایک کھلی کتاب ہے۔ انہوں نے دین پر کبھی کوئی مفاہمت نہیں کی۔ بزرگ سیاست دان جناب مخدوم جاوید ہاشمی یہاں موجود ہیں۔ اللہ ان کو سلامت رکھے۔ یہ گواہ ہیں حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ اور مولانا سید عطاء المؤمن بخاریؒ کی مجاہدانہ زندگی کے۔ انہوں نے اپنی نوجوانی میں بہت وقت ان کے ساتھ گزارا۔ زمانہ طالب علمی سے ہی ان کے ساتھ تعلق تھا۔

محترم حضرات! قافلۂ احرار بڑھ رہا ہے، چل رہا ہے۔ امن کا پیغام لے کر، دین کی دعوت لے کر، مجلس احرار اسلام نے جس طرح قادیان کے اندر، امیر شریعتؒ کی قیادت میں مرکز ختم نبوت قائم کیا، دین کی دعوت دی اور سیکڑوں قادیانیوں کو مسلمان کیا۔ اُسی طرح آج ہم چناب نگر میں موجود ہیں۔ یہ بھی سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی اولاد کو شرف حاصل ہوا کہ آپ کے فرزندان نے سابقہ ربوہ موجودہ چناب نگر میں سب سے پہلے مسجد کا سنگ بنیاد رکھا، نماز جمعہ پڑھی اور اس جرم میں گرفتار ہوگئے۔ حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ، حضرت مولانا عطاء المحسن بخاریؒ، حضرت مولانا سید عطاء المؤمن بخاریؒ اور حضرت پیر جی مولانا سید عطاء المہیمن بخاریؒ نے اپنی زندگیاں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ، ناموس صحابہ کے دفاع اور اسلام کی دعوت وتبلیغ کے لیے وقف کر رکھی تھیں۔ انہوں نے اس مقدس مشن کے لیے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن اپنے مشن سے ایک لمحہ کے لیے بھی پیچھے نہیں ہٹے۔

مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام بارہ ربیع الاول کو چناب نگر میں ہر سال ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔ اس موقع پر سرخ پوشانِ احرار دعوت اسلام کے لیے جلوس بھی نکالتے ہیں۔ قادیانیوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ چند ماہ قبل بارہ ربیع الاوّل (۱۴۴۲ھ) کے موقع پر حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری شدید بیمار تھے۔ فرمانے لگے کہ مجھے ایمبولینس میں ڈال کر لے جاؤ۔ ختم نبوت کے لیے کانفرنس ہو رہی ہے۔ لوگ ختم نبوت کا پیغام سننے کے لیے جمع ہو رہے ہیں۔ مجھے ختم نبوت کے اجتماع میں شرکت سے محروم نہ کرو۔ تو آج جس ایمبولینس میں ان کی میت رکھی ہے اسی ایمبولینس میں سفر کر کے چناب نگر گئے۔ کانفرنس میں شریک ہوئے اور بہت دعائیں دیں۔ جو دعائیں انہوں نے ہمارے لیے کی ہیں، وہ آج بھی ہمارے سروں پر سایہ فگن ہیں۔ آج ہم اُن کے وجود سے تو محروم ہو گئے

ہیں لیکن ہمیں یقین ہے کہ ان کی دعاؤں کی برکات سے ہم کبھی بھی محروم نہیں ہوں گے۔ (ان شاء اللہ) حضرت پیر جی رحمۃ اللہ علیہ قرآن کے عاشق تھے، سنتوں کے پابند تھے۔ چودہ سال مدینہ منورہ میں رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین کریمین میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی خانقاہ میں اُن کی صحبت وخدمت میں رہنے کا موقع ملا۔ روضۂ اطہر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں بیٹھتے تھے اور قرآن پڑھتے رہتے تھے، درود پاک پڑھتے رہتے تھے۔ کس کس ادا کی بات کی جائے۔ پھر کبھی تفصیل سے بات کریں گے۔ ان شاء اللہ۔ وہ حضرت امیر شریعت کے آخری بیٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے حسنات مقبول فرمائے۔ ان کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور بروز محشر حضور خاتم النبیین سیدنا محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین

آخر میں ملتان کی انتظامیہ خصوصاً ڈی سی صاحب، سی پی او صاحب، آر پی او صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے قاسم باغ سٹیڈیم میں نماز جنازہ کے لیے بہترین انتظامات کو ممکن بنایا۔ قائد وفاق المدارس حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری دامت برکاتہم کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے انتظامات کے لیے ذاتی دلچسپی لی اور ضلعی انتظامیہ سے رابطے کر کے اس کا اہتمام کیا۔

نماز جنازہ کی تیاری کر لیں۔ حضرت پیر جی کے فرزند وجانشین مولانا سید عطاء المنان بخاری نماز جنازہ پڑھائیں گے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

(7 فروری 2021ء بروز اتوار)

(اسٹیڈیم قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان)

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

24 فروری 2022ء
جمعرات بعد نماز مغرب

دار بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

حضرت حافظ سید محمد کفیل بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نماز مغرب درسِ قرآن ہوتا ہے

الداعی
انتظامیہ مدرسہ معمورہ دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061 4511961

مولانا زاہد الراشدی

بخاری برادران کے ساتھ کچھ لمحات کی صدائے بازگشت

پیر جی سید عطاء المہیمن شاہ صاحب بخاریؒ کے ساتھ پہلی ملاقات جہاں تک مجھے یاد ہے مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔ وہ وہاں کچھ عرصہ قیام پذیر رہے۔ میرا مغربی ممالک میں کم وبیش تین عشروں تک آنا جانا رہا اور آتے جاتے چند دن حرمین شریفین میں حاضری کی سعادت حاصل ہوجاتی تھی۔ پیر جی سے غائبانہ تعارف تو تھا بلکہ پورے خاندان کے ساتھ میرا رابطہ ملاقاتیں اور نیازمندی طالب علمی کے دور سے چلی آرہی تھی۔ انہی دنوں مسجد نبوی میں شاہ جیؒ کو دیکھا تو چہرے سے اندازہ ہوگیا تھا۔ ایک دوست سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہی ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا تو اُسی دوست نے میرا تعاوف بھی کرادیا۔ گرم جوشی سے ملے اور فرمایا کہ کل صبح ناشتہ میرے ہاں کرنا ہے۔ میں نے کچھ ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا تو فرمایا کہ درویشوں کا ناشتہ ہے ناں نہ کریں۔ میں نے حامی بھرلی اور اگلے دن صبح انہوں نے مسجد نبوی سے ہی نماز کے بعد مجھے لے لیا۔ اس کے بعد ملاقاتوں کا طویل سلسلہ ہے جن کی تعداد نہیں گنی جاسکتی اور کیفیات کا تنوع بھی کسی احاطے میں نہیں لایا جاسکتا۔ پیر جی میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے جلال کی جھلک نمایاں رہتی تھی اور ہم کبھی کبھی اس کا حظ اٹھایا کرتے تھے۔ سوال وجواب بھی ہوتے، گپ شپ کا ماحول بھی بن جاتا اور ختم نبوت کا محاذ تو ہماری رفاقت کا مستقل محاذ تھا ہی جس کا سلسلہ بحمداللہ تعالیٰ آج بھی قائم ہے۔

مجلس احرار اسلام سرفروشوں کی جماعت ہے جس نے برطانوی استعمار سے آزادی کی طویل جدوجہد میں اپنی قربانیوں سے جداگانہ رنگ بھرا جس میں خطابت، شعروشاعری اور بے تکلفانہ ماحول کا امتزاج تھا۔ جیلوں کی تنہائیاں، مجلس کی گرم جوشیاں اور پبلک جلسوں کی گہما گہمیاں اس معاملہ میں احراری ذوق کی یکساں امین رہیں اور کسی اجنبی احراری سے ملاقات ہو تو چند منٹ کی گفتگو سے ہی اس کے احراری ہونے کا اندازہ ہوجاتا ہے۔

امیر شریعتؒ کی زیارت کی سعادت تو یاد نہیں ہے مگر ان کے خاندان کے کم وبیش سب بزرگوں اور دوستوں سے رابطہ وتعلق اور نیازمندی چلی آرہی ہے۔ جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاریؒ کی خدمت میں علمی استفادہ کے لیے حاضری کا ایک عرصہ معمول رہا۔ ملتان بھی حاضر ہوتا رہا اور گوجرانوالہ اور لاہور کی بہت سے ملاقاتیں بھی ذہن کی سکرین پر جھلملاتی رہتی ہیں۔ حضرت مولانا سید عطاء المحسن شاہ بخاریؒ کے ساتھ بھی بہت تعلق رہا اور ان کی تیکھی گفتگو اور ڈانٹ ڈپٹ کا انداز بھولنے والی چیز نہیں ہے۔ ایک واقعہ دوستوں کو سنایا کرتا ہوں تحریری ریکارڈ میں آجائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ شورکوٹ میں جامعہ عثمانیہ کا جلسہ دستار بندی تھا۔ مولانا بشیر احمد خاکیؒ ہمارے محترم

دوست تھے انہوں نے دستار بندی کے لیے والد گرامی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ۔ پیر طریقت حضرت مولانا سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذیؒ کو زحمت دے رکھی تھی۔ جبکہ خطاب کے لیے حضرت مولانا سید عطاء المحسن شاہ بخاریؒ تشریف فرما تھے اور مجھے بھی اسی ڈیوٹی میں شریک ہونا تھا۔ تینوں بزرگ اپنے کام سے فارغ ہوئے تو مجھے خطاب کے لیے کہا گیا میں نے تھوڑی دیر گفتگو کی میرے بعد شاہ جیؒ نے تفصیلی خطاب کرنا تھا اور مجھے اندازہ تھا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے اس پر شاہ جیؒ اپنے مخصوص انداز میں تبصرہ ضرور فرمائیں گے اس لیے بزرگوں سے عرض کیا کہ وہ اپنی قیام گاہ پر جا کر آرام فرمائیں۔ اول الذکر دونوں بزرگ تو تشریف لے گئے مگر حضرت مفتی صاحبؒ اسٹیج پر بیٹھے رہے اور فرمایا کہ میں نے شاہ جیؒ کی تقریر سننی ہے میں نے کچھ اصرار کیا کہ وہ تشریف لے جائیں مگر وہ نہ مانے۔ شاہ جیؒ نے گفتگو کا آغاز ہی میرے بعض جملوں پر تبصرے سے کیا اور پھر جو کچھ فرمانا تھا فرمایا۔ مجھے تو اس کا بخوبی اندازہ تھا اسی لیے زیرلب مسکراہٹ کے ساتھ انجوائے کرتا رہا جبکہ حضرت مفتی صاحبؒ کے لیے یہ بات بالکل نئی بلکہ انہونی تھی، انہوں نے بے چینی سے ایک دوبار پہلو بدلا اور پھر چپکے سے اپنی آرام گاہ کی طرف چل دیے۔ وہاں میں انتظار میں ہی کھڑا تھا دیکھتے ہی فرمایا شاہ صاحب کیا کہ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت وہ آپ سے نہیں مجھ سے کہ رہے ہیں اس لیے آپ محسوس نہ کریں اور آرام فرمائیں۔

مولانا سید عطاء المؤمن شاہ بخاریؒ کے ساتھ تو طالب علمی کے دور سے جماعتی زندگی تک مسلسل رفاقت رہی اور نرم گرم سارے معاملات ساتھ ساتھ چلتے رہے ہیں جو جماعتی اور تحریکی زندگی کے لوازمات میں سے ہیں۔ البتہ پیر جی سید عطاء المہیمن شاہ صاحب کے حوالے سے میں احتیاط کے ماحول میں ہی رہتا تھا۔ مگر وہ شفقت بھی فرماتے اور دعاؤں سے بھی نوازتے۔

میں مطمئن ہوں کہ حضرت امیر شریعتؒ کے خاندان میں پہلی نسل کے ساتھ میرا تعلق تمام تر اتار چڑھاؤ کے باوجود محبت و اعتماد کا رہا ہے ربط و رفاقت کا رہا ہے اور باہمی ادب و احترام رہا ہے۔ اب دوسری نسل سے واسطہ ہے جو محبت و اعتماد میں اضافے کا دور ہے اور مولانا سید کفیل شاہ بخاری، مولانا سید محمد معاویہ بخاری، مولانا سید عطاء اللہ شاہ ثالث اور مولانا سید عطاء المنان بخاری کے ساتھ ربط و تعاون بھی ہے اور مشاورت و رفاقت کا ماحول بھی پوری طرح قائم ہے۔ البتہ سید ذوالکفل بخاریؒ جب یاد آتے ہیں تو دل میں کسک سے اٹھنے لگتی ہے کہ انہیں میں اپنا ہم ذوق کہا کرتا تھا اور ان کے ساتھ ملاقات و گفتگو کے بعد دل کو اطمینان ہوتا تھا کہ ابھی فکر و نظر کی کوکھ بانجھ نہیں ہوئی مگر وہ اتنی عجلت میں تھے کہ ابھی تک ان کی جدائی یقین کا ماحول قائم نہیں کر پائی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان سارے بزرگوں کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازیں اور ان سب بھائیوں اور عزیزوں کو اپنے بزرگوں کی روایات کا تسلسل قائم رکھنے کی توفیق عطاء فرمائیں آمین یارب العالمین۔

مفتی آصف محمود قاسمی

وہ چاند ہمیں کس رات کی گود میں ڈال گیا

(پیر جی سید عطاء المہیمن شاہ بخاریؒ کی یاد میں)

محض سات سال کی عمر ہی سے کان بزرگان دین کے مبارک تذکروں سے مانوس ہو گئے تھے۔ بارہ برس کی عمر تک تو ماضی قریب کے تقریباً سبھی علماء کرام، مشائخ عظام اور شرفاء دین وملت سے کافی حد تک شناسائی حاصل کر چکا تھا۔ سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا انور شاہ کشمیری، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا احمد علی لاہوری، شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی ودیگر اکابرین رحمہم اللہ کے روح پرور اور ایمان افروز واقعات سن کر اس بچپنے میں بھی ایک عجیب سی سرشاری طاری ہو جاتی۔ ان حضرات پر اور ان کے زیارت کنندگان پر بڑا رشک آتا۔ اس طائفہ مبارکہ کے دو بزرگ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے عقیدت، محبت اور عظمت باقیوں کی نسبت لاشعوری طور پر دل ودماغ میں بڑی شدت کے ساتھ جاگزیں ہو چکی تھی۔ اک ہوک سی دل میں اٹھتی کہ کاش! امیر شریعتؒ کے زمزمے میں نے اپنے کانوں سے سنے ہوتے۔ کاش! شیخ الاسلام کی دست بوسی کی سعادت حاصل ہوتی۔ انہی مبارک تذکروں اور حسین تمناؤں کے جھرمٹ میں بچپن گزر رہا تھا کہ ایک روز مسجد میں ایک اشتہار دیکھ کر جسم میں ایک سنسنی خیز لہر دوڑ گئی۔ اشتہار کے مندرجات بہت مختصر اور سادہ سے تھے لیکن میرے لیے ناقابل یقین تھے۔ (شاید بچپن کی وجہ سے) اشتہار یہ تھا کہ ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن شاہ بخاری صاحب بیت العتیق اچھرہ میں درس قرآن دیں گے۔ اسی وقت تخیل کی سادہ سی لوح پر محسن شاہ جیؒ کے طرح طرح کے نقوش بننے لگے امیر شریعت کے بیٹے ہیں بہت بوڑھے ہونگے، ہندوستان سے معلوم نہیں کس چیز پر آ رہے ہوں گے (نہ جانے کیوں یہ بات دماغ میں راسخ سی ہو گئی تھی جو بھی بڑا بزرگ ہوگا اس کا تعلق ہندوستان سے ہی ہوگا) بڑے بزرگ ہیں تو قد کاٹھ اور جسم بھی بڑا ہوگا۔ معلوم نہیں ان کو دیکھتے وقت آنکھیں کھلی رکھ پاؤں گا یا ان کی جلالت شان سے آنکھیں چندھیا جائیں گی؟ معلوم نہیں کوئی ان سے مصافحہ بھی کرنے دے گا کہ نہیں؟ اس قسم کے مزید کئی خیالات کا طوفان دماغ میں تقریباً ہر وقت برپا رہتا روزانہ اشتہار سے تاریخ دیکھ کر دن انگلیوں پر شمار کرتا کہ مبادا اس سعادت سے رہ نہ جاؤں۔ پھر بھائی (مفتی معین الحق) کو بھی یاد کرواتا کہ اس پروگرام میں لازمی جانا ہے۔ خوب یاد رہے جیسے جیسے وہ دن قریب آ رہا تھا دن میں کئی مرتبہ جسم سن ہو ہو جاتا تھا بالآخر وہ دن بھی آ گیا۔ یہ 1996ء کی جاتی گرمیوں کے کسی مہینے کی بات ہے معین بھائی ودیگر دوستوں کے ہمراہ بیت العتیق پہنچا پروگرام شروع ہوا جلد ہی محسن شاہ جی مسند درس پر رونق افروز ہو گئے بس دیکھتا ہی رہ گیا آنکھیں جھپکنا

بھول گیا۔ اسی اثناء میں درس شروع ہو گیا۔ سید صاحب کی گھن گرج سے دبک سا گیا۔۔۔ یکا یک محسن شاہ جی نے تلاوت شروع کر دی۔۔۔ اللہ اکبر کیا عرض کروں وہ کیا سماں تھا۔۔۔ بس ایسا لگتا تھا کہ جنت میں لحن داؤدی سے محظوظ ہو رہے ہیں ہر سامع زبان حال سے یہی کہہ رہا تھا کہ شاہ جی ساری رات یونہی قرآن پڑھتے رہیں۔۔۔ طویل تلاوت کے بعد شاہ جی رکے تو سامعین کی زبان سے بے اختیار فلک شگاف سبحان اللہ کا نعرہ بلند ہوا۔۔۔ شاہ جی نے کیا بیان کیا۔۔۔؟ کچھ یاد نہیں۔۔۔ اتنی بات ضرور یاد ہے کہ دوران درس کئی مرتبہ اپنے جسم پر ہاتھ لگا کر دیکھتا کہ یہ حقیقت ہے یا میں عالم خواب میں ہوں۔۔۔ درس ختم ہوا۔ لرزاں و ترساں شاہ جی کی طرف بڑھنا شروع کیا۔۔۔ زہے مقدر کہ مصافحہ اور دست بوسی نصیب ہو ہی گئی آٹو گراف (دستخط مع ملفوظ) بھی لیے (یہی آٹو گراف ''نوادرات اکابر گیلری'' کا سنگ بنیاد ہوئے) یقین مانیے میرے لیے یہ عید کا سماں تھا۔۔ بہت دنوں تک اس سعادت پر شاداں رہا صرف ایک ماہ گزرا تھا کہ اسی جگہ پھر اشتہار آویزاں تھا یہ بھی ابن امیر شریعت ہی کا تھا لیکن نام پہلے والا نہیں تھا۔۔۔ اب کی بار نام مولانا سید عطاء المہیمن شاہ بخاری صاحب کا تھا۔۔ یہ دیکھ کر دل بلیوں اچھلنے لگا کہ اور بڑی سعادت سے بہرہ مند ہونے والا ہوں۔۔۔ ایک مرتبہ پھر دنوں کی گنتی شروع ہو گئی۔۔۔ بے چین انتظار کے بعد وہ مسعود دن بھی آ ہی گیا۔۔۔ وہی بیت العتیق کا لان وہی میرے ہمراہی جو گزشتہ ماہ تھے۔۔۔ پیر جی مسند افروز ہوئے۔۔۔ شیروں سی وجاہت دیکھ کر سہم سا گیا۔ کیا غضب سراپا تھا۔۔۔ آنکھوں کی چمک، زلفوں کا حسن، چہرے کی وجاہت جہاں زائرین کے دلوں میں رعب ڈال رہی تھی تو وہیں ان کو اپنے حسن کا اسیر بھی بنا رہی تھی۔۔۔ گفتگو، انداز گفتگو اور طرز تلاوت میں دونوں بھائی ایک دوسرے کا پرتو تھے۔۔۔ دل کی چھوٹی سی دنیا میں ہل چل مچ گئی۔۔۔ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ ان دونوں میں پہلے نمبر پر کون ہے اور دوسرے نمبر پر کون۔۔۔ دونوں کی تلاوت ایک جیسی، دونوں کی گھن گرج ایک جیسی، دونوں کی وجاہت ایک جیسی۔۔۔ معصومانہ ذہن اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ گلاب کے پودے پر لگے ایک جیسے پھول ہیں جن کی خوبصورتی، خوشبو دیگر اوصاف ایک ہی طرح کے ہیں۔۔۔ بہر حال بیان ختم ہوا پیر جی کی دست بوسی نصیب ہوئی۔۔۔ آٹو گراف لیے۔۔۔ اس کے بعد اس اشتہار کی جگہ کو نظروں میں رکھ لیا۔۔۔ جیسے ہی ان دونوں بزرگوں میں سے کسی کے درس قرآن کا اشتہار لگتا سب مصروفیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بیت العتیق حاضر ہو جاتا۔۔۔ میرے لیے یہ ایک بہت بڑی خوش قسمتی کی بات تھی کہ ''بیت العتیق'' ہماری رہائش گاہ سے قریب ہی تھا۔۔۔ 1999ء تک چند بار دونوں بزرگوں کے بیانات سے ''بیت العتیق'' میں مستفید ہوا۔۔۔ پہلے پہل تو حاضری محض زیارت کے لیے ہوتی تھی۔۔۔ اب گفتگو بھی سمجھ آنا شروع ہو گئی تھی۔۔۔ یہ بھی جان چکا تھا کہ یہ حضرات ہندوستان سے نہیں بلکہ ملتان سے آتے ہیں۔۔۔ اس بات پر تازیست افسوس رہے گا کہ محسن شاہ جی سے بھرپور استفادہ نہ کر سکا کیونکہ یہ ان کی زندگی کا اخیر زمانہ تھا۔۔۔ بیماریوں کا ان پر ہجوم تھا۔۔۔ 1996ء تا 1999ء چند بار ہی لاہور تشریف لائے۔۔۔ البتہ جتنی بار بھی آئے

حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ 1999ء میں محسن شاہ جی کی رحلت کے بعد پیر جیؒ نے مستقل ماہانہ درس قرآن کا سلسلہ لاہور مرکز احرار میں شروع فرمادیا۔۔۔میں اپنی اس سعادت پر جس قدر فخر کروں کم ہے کہ 2000ء سے لیکر 2014ء گرفتاری تک میں نے متواتر بلا ناغہ پیر جی کو سنا۔۔۔۔مجھے برملا اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ میری فکری نظریاتی تربیت میں پیر جی کا بہت بڑا حصہ ہے۔۔۔گو کہ میں پیر جی سے باقاعدہ بیعت تو نہ تھا لیکن وہ میرے لیے پیرومرشد سے کم نہ تھے، استاذ تو بلاشبہ تھے ہی۔ابتداء میں تو میری حیثیت ایک عام سامع کی تھی درس سنتا مصافحہ کرتا اور واپس آجاتا۔۔۔کچھ عرصہ تک سلسلہ یونہی چلتا رہا پھر جب پیر جی نے دیکھا کہ یہ گدا اس در کا مخلص دریوزہ گر ہے تو دوران درس اور بوقت مصافحہ پیر جی کی نظر التفات کا حقدار ٹھہرایا جانے لگا۔۔۔جب معمولی توجہ ملنا شروع ہوئی تو دل نے بڑی شدت کے ساتھ ''ھل من مزید'' کا نعرہ لگایا۔۔۔پیر جی کے انتہائی مشفقانہ مزاج کی وجہ سے مجھے ان سے قربت حاصل کرنے کے لیے کوئی جان گسل محنت نہیں کرنی پڑی۔۔۔مجھے ان کی آغوش میں بے پناہ پدرانہ محبت وشفقت محسوس ہوتی۔۔۔ان کی مجلس سے اٹھنے کو دل نہ چاہتا۔درس سے پہلے اور بعد میں کئی کئی گھنٹے پیر جی کی خدمت میں بیٹھا قلب ونظر کو ان کی زیارت وگفتگو سے سیراب کرتا رہتا۔۔۔غالباً یہ 2003ء کی بات ہے جب پیر جی سے کچھ ذاتی شناسائی ہوگئی تو ایک مرتبہ ہمت کر کے امید ویاس کی کیفیت میں گھر تشریف آوری کی درخواست کردی۔۔۔زہے مقدر کہ پیر جی نے فوراً میری دعوت قبول کر لی، جو واقعی عالم ربانی ہوتے ہیں ان میں تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔۔۔۔سنت نبوی پر عمل ان کا شیوہ ہوتا ہے، اب یہ سنت نبوی پر عمل ہی تو تھا کہ ایک مسلمان کی دعوت کو بغیر کسی حیل وحجت کے قبول کر لیا۔ چنانچہ درس قرآن سے اگلے روز صبح پیر جی فقیر خانے تشریف لے آئے اس کو میری سادگی کہہ لیں یا کمال فرمانبرداری کہ دسترخواں پر صرف وہی چیزیں تھیں جو پیر جی نے تجویز فرمائی تھیں نہ کم نہ زیادہ پیر جی کا اعلیٰ ظرف اور عمدہ اخلاق ملاحظہ فرمائیں کہ دسترخواں کا منظر دیکھ کر بھرپور خوشی کا اظہار فرمایا بہت زیادہ شاباش دی فرمانے لگے آپ کی فرمانبرداری نے دل خوش کر دیا ورنہ لوگ وعدہ تو کر لیتے ہیں لیکن اس کو نبھاتے نہیں اپنی مرضی کرتے ہیں۔پیر جیؒ کو اپنے گھر موجود پا کر خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا میرے لیے اس کیفیت کو الفاظ کا جامہ پہنانا شاید ممکن نہیں ہے۔۔۔بھرپور تخلیے کو غنیمت جانتے ہوئے میں نے حضرت امیر شریعتؒ کے تبرک کی فرمائش کردی۔۔۔پیر جیؒ فرمانے لگے ہم نے ابا جی کی استعمال شدہ تمام اشیاء سید کفیل شاہ کے حوالے کر دیں ہیں اس سلسلے میں آپ کو براہ راست انہی سے بات کرنی ہوگی۔ باقی ان (امیر شریعتؒ) کی سب سے بڑی نشانی میں خود ہوں مجھے ہی اپنے پاس رکھ لو۔پیر جیؒ کی اس بات سے ہماری مختصر سی محفل کشت زعفران بن گئی۔ پیر جیؒ کے درس سے استفادے کا سلسلہ تو جاری رہا البتہ امیر شریعتؒ کے تبرک کے حصول کے لیے کفیل شاہ جی سے راہ ورسم بڑھانی شروع کر دی۔کفیل شاہ جی کو دبنگ پن چونکہ ورثے میں ملا ہے اسی لیے انہیں لگی لپٹی کی بجائے صاف گوئی کا خاص ملکہ حاصل ہے، خوب یاد ہے کہ اسی سلسلے میں جب میری ان سے پہلی

ملاقات ہوئی میرا مدعا سننے کے بعد فرمانے لگے امیر شریعتؒ کے تبرکات میرے پاس ہیں لیکن میں اس میں سے آپ کو کچھ بھی نہیں دے سکتا۔ کیوں کہ تقریباً ہر دوسرے، تیسرے بندے کا یہی تقاضا ہوتا ہے تو میں کس کس کے تقاضے پورے کرونگا؟ ان کے اس دوٹوک جواب نے بظاہر تو دوبارہ فرمائش کی گنجائش نہیں چھوڑی تھی لیکن میں اپنے جنونی ذوق کے ہاتھوں مجبور تھا اس لیے میں گاہے بگاہے تقاضا کرتا رہتا اور شاہ جی انکار، پھر میرے ذہن میں خیال آیا کہ شاہ جی کو گیلری کا وزٹ کروایا جائے ممکن ہے میری حفاظت اور لگن کو دیکھ کر اپنے مؤقف میں کچھ نرمی کریں چنانچہ ایک دن میں کفیل شاہ جی کو ''نوادرات اکابر گیلری'' لانے میں کامیاب ہوگیا گیلری کے معائنے نے واقعی شاہ جی کے دل کو نرم کر دیا۔ انہوں نے اسی وقت امیر شریعتؒ کا تبرک دینے کا وعدہ فرمالیا اس ملاقات نے مجھے شاہ جی کے بہت زیادہ قریب کر دیا اس کے بعد جب بھی شاہ جی سے ملاقات ہوتی تو ایک گونا گوں اپنائیت کا احساس ہوتا۔ کہتے ہیں کہ قربت بسا اوقات عقیدت کو بڑھاتی ہے اور بسا اوقات بیزاری کا سبب بن جاتی ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ اس گھرانے سے جس قدر قربت بڑھتی گئی عقیدت فزوں سے فزوں تر ہوتی چلی گئی۔ پیر جی کے بزرگانہ اور شاہ جی کے برادرانہ سایۂ شفقت میں زندگی خراماں خراماں گزر رہی تھی علمی استفادوں اور زیارتوں کے مبارک سلسلے رواں دواں تھے کہ اچانک 2014ء میں گمنام آندھی اور اندھیری وادیوں میں دھکیل دیا گیا۔ سب سعادتوں سے یکلخت محروم کر دیا گیا۔ ان وادیوں میں بھٹکنے والوں سے بیگانے تو دور رہتے ہی ہیں یگانے بھی کنارہ کش ہوجاتے ہیں۔ لیکن قربان اس عالی اخلاق خاندان پر کہ جب برادر محترم ڈاکٹر ضیاء الحق قمر صاحب کی زبانی پیر جی اور شاہ جی میری گرفتاری سے مطلع ہوئے تو گہرے دکھ، درد، افسوس اور پھر میرے لیے نیک تمناؤں کا اظہار فرمایا۔ صرف رسماً ایک آدھ بار نہیں بلکہ پیر جیؒ اپنی شدید علالت کے دوران بھی جب ڈاکٹر صاحب تیمارداری کے لیے دار بنی ہاشم حاضر ہوتے تو ان سے میری خیریت اور صورتحال لازمی پوچھتے اور پھر بارگاہ الٰہی میں میری خیر و عافیت کے ساتھ رہائی کے لیے ہاتھ اٹھاتے۔ اسی طرح کفیل شاہ جی بھی میرا حال احوال دریافت کرنا نہ بھولتے اور اس کو میرا برادرانہ حق گردانتے۔ ڈاکٹر صاحب واپسی پر مجھے اس بات کی اطلاع دیتے تو میرا دل سکون و اطمینان سے سیر ہوجاتا دل اس بات کی گواہی دینے لگتا کہ ان برگزیدہ اشخاص کی دعائیں ضرور میرے حق میں قبول ہونگی۔ بہت بڑی تمنا تھی کہ پیر جیؒ کی زندگی میں رہائی مل جائے ان کی خدمت میں حاضری دوں قدم بوسی کروں اور پُرخلوص دعاؤں کا شکریہ ادا کروں لیکن **ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر** کا ضابطہ اٹل ہے پس دیوار زنداں ہی مجھے پیر جی کی رحلت کا صدمہ سہنا پڑا۔ یہ چند سطور میں نے ان حضرات کے تعارف کے لیے نہیں لکھی ہیں اس گھرانے کے تو سبھی افراد آفتاب و ماہتاب ہیں اور آفتاب و ماہتاب محتاج تعارف و تعریف نہیں ہوتے یہ ان نفوس قدسیہ سے اظہار تعلق کے لیے اپنی یاداشت کو قلمبند کیا ہے، دلی تمنا ہے کہ دنیا کی طرح آخرت میں بھی ان کا تعلق نصیب ہوجائے اعمال صالحہ سے تہی دست و دامن ہوں اللہ کے برگزیدہ بندوں کی محبت کے سوا میرے پاس کچھ نہیں ہے اسی محبت کو میرے لیے ذریعہ نجات بنادیں آمین یارب العالمین

حافظ محمد اکمل (ناظم مجلس احرار اسلام گوجرانوالہ)

اسے کہنا سبھی موسم بہاروں کے نہیں رہتے!

سنہ 2011ء کی بات ہے والد محترم صوفی محمد عالم صاحب کے ساتھ گھر سے مدرسہ نصرۃ العلوم کی طرف روانگی کے دوران ایک اشتہار نظر سے گزرا۔ جس میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ صاحب کے صاحبزادے حضرت مولانا سید عطاء المہیمنؒ شاہ صاحب کی گوجرانوالہ آمد کا ذکر تھا۔ والد صاحب کی خوشی دیدنی تھی پوچھنے لگے کہ کہاں آرہے ہیں؟ ہم ضرور شرکت کریں گے لیکن اللہ کی شان کہ جس دن شاہ صاحب کا درس تھا ذہن سے نکل گیا اس بات نے جہاں والد صاحب کو بے قرار کیا وہاں میری تڑپ میں بھی اضافہ ہو گیا۔ پورا ماہ آئندہ درس کا انتظار رہا لیکن پھر میں درس والے دن دوبارہ بھول گیا۔ والد صاحب چونکہ خاندان بخاری کے دلدادہ تھے فوری ان کی آمد کے شیڈول کو آئندہ کیلئے یاد رکھنے اور ملاقات کے شوق کو تازہ کرنے نصرت العلوم چلے گئے۔ وہاں پر شیخ الطاف الرحمٰن صاحب سے ملاقات ہوئی اور اپنی بے قراری کا ذکر کیا۔ شیخ صاحب نے انتہا کی شفقت فرماتے ہوئے آئندہ درس ہمارے گھر میں کروانے کی نوید سنادی۔ یہ خبر والد صاحب کے لیے یوم عید سے کم نہ تھی۔ فوراً حکم ہوا کہ ابھی سے تیاری شروع کر دو۔ غالباً اپریل کا مہینہ تھا اور مہینے کی پہلی سوموار تھی۔ جب حضرت شاہ صاحب نے ہمارے غریب خانہ میں قدم رنجہ فرمائے۔ چونکہ ہمیں تحریک ختم نبوت وراثت میں ملی تھی اس لیے اہل خانہ کے لیے آج کا دن جشن کا سماں پیدا کر رہا تھا۔ سید عطاء المہیمنؒ شاہ صاحب اپنے والد گرامی کی ہو بہو تصویر تھے وہی اپنے والد کی طرح سادگی، متانت اور چہرے پر ہلکی مسکراہٹ لیکن سنجیدگی سے بھرپور گفتگو امیر شریعت کی یاد کو تازہ کرنے کے لیے کافی تھی۔ گفتگو اور تعارف کا سلسلہ شروع ہوا تو دادا جی کے امیر شریعت کے ساتھ تعلقات کی داستان اور پھر 1953ء کی تحریک میں 365 دن کی گرفتاری کا تذکرہ بھی ہوا۔ تحریک کے اختتام پر بھی ضمانت نہ کروانے اور دیگر بہت سی یادیں جب تازہ ہوئیں تو شاہ صاحب بے اختیار شیخ الطاف صاحب سے مخاطب ہوئے کہ شیخ صاحب! اب ہم اصل مقام پر پہنچ چکے ہیں اب ہمارا ڈیرہ یہیں پر ہوگا۔ الحمدللہ! پھر اللہ کے فضل و کرم سے ہمارے غریب خانے کو سعادت بخشی گئی کہ ہر ماہ درس قرآن کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ شاہ صاحب کی آمد نے اہل محلہ اور محبان ختم نبوت کے لیے ملاقات اور حصول برکت کا راستہ ہموار کر دیا۔ گرمی کی شدت اور جگہ کی تنگی کے باعث باہمی مشاورت سے فیصلہ کیا گیا کہ آئندہ سے مستقل پروگرام قریبی جامع مسجد القمر میں منتقل کیا جائے۔ پھر تقریباً ساڑھے تین سال تک حضرت شاہ صاحب کی گوجرانوالہ میں آمد جاری رہی اور اس دوران مجلس احرار اسلام کی ازسرنو تشکیل گوجرانوالہ میں کی گئی۔ پیر جی نے اس دوران پابندی وقت اور

عہد وفا کی مثال قائم کی۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ گیس اور بجلی کی لوڈ شیڈنگ پر عوام سراپا احتجاج تھے راستے بند تھے پیر جی چن دا قلعہ بائی پاس پر پہنچ گئے اور فون پر مطلع کیا کہ احتجاج کی وجہ سے آگے آنا مشکل ہے۔ ابا جی اور شیخ الطاف الرحمٰن صاحب نے عرض کیا کہ آپ پریشان نہ ہوں اگر نہ بھی آتے تو کوئی بات نہیں تھی لیکن حضرت نے فرمایا کہ ''بھئی دوست انتظار کرتے ہیں، ہم تو اللہ کی بات سنانے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں''۔

22/فروری 2013ء میرے لیے انتہا کا سخت دن ثابت ہوا۔ جب والد گرامی کچھ دن علیل رہنے کے بعد داغ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگر چہ یہ غم میرے لیے اور اہل خانہ کے لیے ایک بہت بڑی آزمائش تھی اور پورے گھر کا بوجھ بڑا ہونے کے باعث میرے ناتواں کندھوں پر آ گیا۔ لیکن الحمدللہ دین سے تعلق نے ہمیں ڈھارس دی اور زندگی کے تمام معمولات جاری رہے۔ الحمدللہ والد گرامی کی وفات کے بعد ان کی دین سے محبت کا سلسلہ جاری ہے۔ بہرکیف ان کی وفات کے بعد اگلے ماہ جب حضرت شاہ جی درس کے لیے تشریف لائے تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے حافظ جی تیرے ابا کی تعزیت کے لیے آیا ہوں کدھر تعزیت کروں مسجد میں یا گھر میں؟ میں ابھی خاموش سوچ رہا تھا کہ کیا کہوں، خود ہی فرمانے لگے گھر چلتے ہیں اور چائے بھی پئیں گے۔ شاہ صاحب کا ہماری مسجد میں آخری درس اپریل 2013ء کا تھا۔ اس کے بعد سفری صعوبتیں اور ناسازئ طبع کے باعث درس کی ذمہ داری سید کفیل شاہ بخاری صاحب کو سونپ دی گئی۔ جو تا حال اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے سرانجام دے رہے ہیں۔ شاہ جی سے ملاقات اب ہر سال 12/ربیع الاول کو چناب نگر میں ہونے لگی۔ ملاقات پر گھر کا حال احوال پوچھتے اور ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ رخصت فرماتے سفر کے معاملے میں کافی کمزور ثابت ہوا ہوں۔ شاہ جی کی ناسازی طبع کا علم ہونے کے باوجود تین چار ماہ کوشش کی کہ تیمارداری کے لیے ملتان حاضری دی جائے لیکن نصیب کی بات ہے کہ رکاوٹیں حائل رہیں۔ اس مرتبہ 12/ربیع الاول کو کچھ انتظامی مصروفیت کی وجہ سے لیٹ ہو گیا۔ ملاقات کے لیے پہنچا تو جلوس کی تیاری کی وجہ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ حضرت جلوس کی قیادت ایمبولینس میں فرما رہے تھے۔ زیارت تو ہو گئی لیکن تسلی نہ ہوئی۔ ملاقات کی خواہش شدت اختیار کر گئی لیکن موقع نہیں مل رہا تھا پھر اچانک ایک شاگرد کی شادی کا کارڈ موصول ہوا اس وقت طے کیا کہ بارات کے ساتھ ملتان جاؤں گا اور شاہ جی سے ملاقات کا موقع مل جائے گا۔ 5/فروری کی رات کو سفر کیا صبح نو بجے کے قریب ملتان پہنچے اسی وقت ڈاکٹر آصف صاحب سے رابطہ کیا معلوم ہوا کہ سید کفیل شاہ صاحب کے ساتھ لاہور کے لیے روانہ ہو چکے ہیں لیکن تھوڑی دیر کے بعد کال آئی کہ آپ عصر کی نماز دار بنی ہاشم میں ادا کریں۔ بھائی عطاء المنان سے بات ہو گئی ہے آپ کی ملاقات ہو جائے گی۔ اس خوشخبری نے ڈھارس بندھائی اور ملاقات کا جنون اور بڑھ گیا۔ تین بجے کے بعد ہم چھ ساتھی قاری

اعجاز احمد، قاری محمد عبداللہ، محمد خبیب، احمد خلیل اور حسن شاہد کے ساتھ راقم (حافظ محمد اکمل) اپنے رہبر اور میزبان خادم حسین کے ساتھ دار بنی ہاشم کے لیے روانہ ہوئے۔ ابھی پانچ منٹ کی مسافت باقی تھی کہ خبیب نے موبائل میری طرف بڑھایا اور کہنے لگا کہ چاچو یہ خبر پڑھیں میری آنکھوں کو یقین نہیں آ رہا تھا کیونکہ کچھ عرصہ قبل سید عطاء المومن شاہ صاحبؒ کی وفات کی خبر کسی نے غلط لگا دی تھی۔ شاید وہی خبر لگا دی گئی ہے۔ اسی دوران خبیب نے مجلس احرار اسلام کا آفیشل پیج کھولا جس پر تین منٹ پہلے کی خبر تھی۔ پیر جی کی وفات کی خبر پڑھ کر واقعتاً آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور پاؤں کے نیچے سے زمین نکلتی محسوس ہوئی۔ بے اختیار زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون جاری ہو گیا۔ آنکھوں سے نکلتے ہوئے آنسوؤں نے منظر کو دھندلا کر دیا۔ کب رکشہ دار بنی ہاشم رکا اور ہم وہاں پہنچ گئے معلوم ہی نہ ہوا۔ مولانا سید عطاء المنان بخاری سے ملاقات ہوئی۔ تیمار داروں کا وقت اب تعزیت کرنے والوں میں بدل گیا۔

شاہ جی کا چہرہ مبارک آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا۔ ان کی باتیں ان کی دعائیں حافظ اکمل کو تنہا کیے جا رہی تھیں۔ والد گرامی کے بعد پیر جی کی جدائی آج پھر زخموں کو تازہ کر گئی۔

وقت آخری ملاقات کا تھا...... جاری آنکھوں سے یار برسات ہوگئی
بیٹھے صبح کے دوپہر سے شام گزری...... وقت سحر آیا ختم رات ہوگئی

گوجرانوالہ سے جنازے میں شرکت کے لیے فون آئے۔ وقت بتایا گیا 25 کے قریب جماعتی ساتھیوں نے گوجرانوالہ سے جنازے میں شرکت کی اور پھر نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد اسی قافلے کے ساتھ اپنے پیر جی کے شہر کو الوداع کہہ کر واپس آ گئے۔

اسے کہنا سبھی موسم بہاروں کے نہیں رہتے...... سبھی پتے بکھرتے ہیں ہوا جب رقص کرتی ہے

رانا گل ناصر ندیم

آہ پیر جی رحمہ اللہ

فانی دنیا کی ادائیں آپ کو زیادہ لبھا نہ سکیں۔ آپ ابدی مسکن کی طرف روانہ ہوگئے۔ آپ دل کے ہاتھوں مجبور تھے۔ جو ہمیشہ قُربِ خداوندی کے لیے بے چین رہتا تھا۔ آپ نے اپنے دل کی مان لی۔ ہنسی خوشی عازمِ سفر ہوئے۔ مگر وہ دل اب کیا کریں جو دھڑکتے آپ کے ساتھ تھے۔ جیتے آپ کے ساتھ تھے۔ کہیں اس کٹھور جدائی کے ہاتھوں وہ دھڑکنا نہ بھول جائیں۔ اب شاید جینا اتنا آسان نہ رہے۔ آپ کے قرب وصل کی یادوں کے انبار ہیں لگتا ہے کہ وہ اب جان لے کر جان چھوڑیں گی۔

آہ پیر جیؒ آپ کیا تھے۔ ہم پوری طرح آپ کو جان ہی نہ پائے۔ جتنا آپ کسی کی سمجھ میں آئے اس نے اُسے ہی مکمل جانا مگر آپ ماوراتھے عقل کی اڑان سے۔ آہ پیر جیؒ آپ سے میری رفاقت کا سفر اس زمانے میں ہوا جب آپ کا عنفوانِ شباب تھا۔ بے چینی و بے قراری آپ کے انگ انگ میں عیاں تھی۔ اور جلالی آنکھیں اِدھر اُدھر نہ جانے کیا تلاش کرتی رہتی تھیں اور تلاش بھی وہ جو سدھ بدھ بھلا دے اس عالم میں بھی آپ مجھے کبھی اِس عالم سے نہیں لگے۔ آہ پیر جیؒ آپ تھے کیا؟ دل کہتا تھا آپ درویش ہیں مگر عقل کہتی تھی اسلوب تو درویشی ہیں مگر مدہوشی کا شائبہ تک نہیں۔ کبھی دنیادار لگتے تھے مگر جب دنیا آپ کی ٹھوکروں میں نظر آتی تھی تو پھر تلاش کا نیا سفر شروع ہوجاتا کبھی آپ جلال کی ایسی کیفیت میں ہیں۔ چہرہ دہک رہا ہے۔ آنکھوں سے شرارے پھوٹ رہے ہیں۔ آواز کی گھن گرج کے خوف سے پسینے نکل رہے ہیں۔۔ جان ہے کہ نکلی جارہی ہے۔ محسوس ہوتا تھا اب کہ تب کشتۂ بخاری بنے کہ بنے۔ نظر اٹھا کر دیکھا تو مطلع صاف اور آپ مسکرا رہے۔ پتہ نہیں ایسی کیفیات کہاں سے وارد ہوتیں تھیں دلائل کا انبار ہے لہجے کی اثر پزیری۔ گفتگو کا سحر۔ لفظوں میں جان۔ یہ احساس ہونے لگتا تھا کہ امام ابنِ تیمیہ کے دور میں بیٹھے۔ پھر وہی دلیل و برہان منصور بن حلاج کے روبرو لاکھڑا کرتے۔ پیر جی یاد ہے ان بدلتی کیفیات میں آپکو اکثر میں کہا کرتا تھا۔ ''پیر جی'' کنٹرول! کوئی ''نواں رولا نہ پادینا'' آپ مسکرا کر کہتے تھے فکر نہ کر رانا ''میں مجھاں اگے بین نہی بجاندا''۔

شروع میں ذکر کیا ہے کہ آپ کی نظریں متلاشی رہتی تھیں۔ دھرتی پر بھی خلاوؤں میں بھی ہم اکثر سوال کرتے تھے۔ پیر جی یہ بیقراری کیوں؟ تو فرماتے اندر سے خالی برتن کی طرح ہوں جس کا کوئی مصرف نہیں۔ مجھے یاد ہے چیچہ وطنی کی وہ راتیں جب محترم خالد لطیف چیمہ۔ تسلیم صدیقی۔ رضوان اور راقم ساری ساری رات پیر جی سے محوِ مکالمہ رہتے تھے۔ ہمارے ہر استدلال پر فرماتے ''بس کرو دانشمندو تہاڈے وس دی گل نہیں'' واقعی پیر جی۔ ہم تو اس دنیا سے آشنا ہی نہ تھے جس دنیا کے آپ باسی تھے۔ تشنگی بڑھتی رہی۔ طلب جوبن پر۔ لاحاصل زندگی کا سفر حاصل کی

طرف شروع ہو۔ایک دن پتہ چلا کہ ’’پیر جی مدینہ منورہ تشریف لے گئے ۔اس وقت ان کی تشنگی کچھ کچھ سمجھ میں آئی۔ ماہ وسال گزرنے لگے۔خبریں ملتی رہیں ۔کہ سفر جاری ہے ۔درِ محبوب پر جاروب کشی اور دیارِ مصطفی کی طرف آنے والے جوتوں کی حفاظت مقصدِ زندگی بن گیا۔لاہوت کے مسافروں کو ایسی کئی منزلوں سے گذرنا پڑتا۔

زمانہ بیت گیا پیر جی گم ہو گئے ۔نہ خط نہ خریطہ ۔ایک دن اچانک خبر ملی کہ پیر جی آ گئے ۔ بھاگم بھاگ کوٹلہ تغلق خان ملتان پہنچے۔ملاقات ہوئی۔قلب ونظر بدلے بدلے گفتار میں ہمواری۔ پر اطمینان و پرسکون آنکھوں میں اگرچہ بے قراریاں طوفان بعد سمندر کی طرح پرسکون۔ہم بے چین تھے تنہائی میں ملاقات ہو۔سوالات مچل رہے ہیں شاد کام ہو جائیں۔یہ موقع پھر چیچہ وطنی میں ہی میسر آیا۔ ویسی ہی رات اور پیر جی کی رفاقت۔اندازِ بیان بالکل ہی بدلا ہوا۔بات کرتے کرتے کبھی کبھی چہرہ سرخی سفیدی کے امتزاج سے منور ہو جاتا اور کبھی انگ انگ میں خوشی کہ ہیر سیال بیلے سے سرشار ہو کر نکلی ہو۔زندگی کو جب وصل حاصل ہو جائے تو زندگی اپنے مقصد کو پا لیتی ہے۔پیر جی مقصد پا گئے تھے۔پیر جی آپکو پتہ ہے کہ ہمیں آپ سے محبت ہے۔اُنس ہے تعلق ہے۔جی تو لیں گے۔جتنا مقسوم ہے۔مگر آپ کے بغیر زندگی بے رنگ زندگی۔پیر جی ایک درخواست ہے کہ جب آپ کو حور و قصور کی مقدس محفلوں سے فرصت ملے تو ایک دفعہ تشریف ضرور لائیں رات کی ان ساعتوں میں جو ساعتیں آپکی پسندیدہ تھیں۔

MEDICAL
BOOK POINT
FOR HOME DELIVERY ALL OVER PAKISTAN
JUST A CALL AWAY
Near Kamboh Medical Hall & Aslam photostate
Opp: Nishtar Emergency Gate Nishtar Road Multan
- Medical
- D.P.T
- Pharmacy
- Nursing
- Dental
0300-4560091
0300-1590091
DELIVERY Any Where in PAKISTAN

اسداللہ تونسوی

پیرو مرشد حضرت پیر جی رحمہ اللہ کے متعلق ایک رؤیا

کافی عرصے سے پیر جیؒ کے متعلق ایک دیکھا ہوا خواب جو کہ حضرت پیر جیؒ کو سُنا بھی چکا تھا۔ اور اب جب کہ حضرت پیر جیؒ اس جہاں فانی کو خیر باد کہہ چکے تو سوچا کہ ان پر کچھ لکھا جائے۔ مجھے پہلے ہمت نہیں ہوتی تھی کہ کیسے لکھوں لیکن جب یوم تاسیس مجلس احرار کے پروگرام ملتان میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی تو مولانا سید عطاء المنان بخاری سے اس خواب کے بارے عرض کیا کہ دل چاہتا ہے کہ وہ خواب میں حرف تحریر میں لے آؤں۔ ویسے تو حضرت پیر جیؒ کی زندگی روز روشن کی طرح زمانے پر عیاں ہے۔ آپ رحمہ اللہ کا عشق رسولؐ وہ آپ کی زندگی کے ایک ایک پہلو سے عیاں تھا۔ اور آپؒ کے اس عشق کی جھلک آپ کے تربیت یافتگان کی زندگیوں میں اس وقت بھی صاف شفاف نظر آ رہی ہے۔

خواب کچھ اس طرح ہے کہ تقریباً 2010ء کے رمضان المبارک کا سترھواں روزہ تھا میرا الحمدللہ معمول چلا آ رہا ہے کہ جب بھی سحری کھائی تو مسجد کی طرف چلا جاتا ہوں اور صبح کی نماز پڑھ کر اپنے ذکر واذکار جو پیر جی نے تلقین فرمائے تھے پورے کرتا ہوں اور پھر اشراق پڑھ کر گھر واپس آتا ہوں۔ اس دن بھی میں اشراق پڑھ گھر واپس آیا اور اپنے گھر آ کر سو گیا تو میں نے خواب دیکھا کہ میں خانقاہ سراجیہ حاضر ہوا اور اس کمرہ میں داخل ہوا جس میں حضرت خواجہ خان محمدؒ اپنے مریدوں سے ملاقات فرماتے تھے۔ جب میں اس کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ پیر جیؒ پہلے سے وہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو میں بھی خاموشی سے بیٹھ گیا تھوڑی دیر بعد خانقاہ شریف کی مسجد سے اذان کی آواز آئی اور اسی دوران حضرت خواجہ صاحب کمرے میں داخل ہوتے ہیں اور پیر جیؒ سے پوچھتے ہیں کہ نماز اس جگہ پڑھیں گے یا مسجد میں؟ تو پیر جیؒ فرماتے ہیں کہ مسجد میں پڑھیں گے۔ اب پیر جی خواجہ صاحب اور بندۂ ناچیز مسجد کی طرف جا رہے ہیں۔ تو مسجد کے باہر جو خانقاہ کا صحن ہے اس میں ایک درخت کھڑا ہے اس درخت کے پتے زرد رنگ کے ہیں اور اکثر پتے جھڑ چکے ہیں اور کچھ درخت پر موجود ہیں جھڑے ہوئے پتے درخت کی کیاری میں پڑے ہیں۔ کیاری میں پانی بھی موجود ہے اور درخت کی جڑ کے قریب کئی جگہوں سے پانی کے چشمے اُبل رہے ہیں۔ خواجہ صاحب وہیں بیٹھ کر وضو کرنا شروع کر دیتے ہیں پیر جی اور بندۂ ناچیز کھڑے ہوئے دیکھ رہے ہیں کہ یہ پانی تو تھوڑی مقدار میں ہے اور حضرت خواجہ صاحب یہاں وضو بنا رہے ہیں۔ تو خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ پانی پاک ہے اور قدرتی چشمہ ہے لہٰذا وضو بناؤ۔ پھر پیر جی اور بندۂ ناچیز بیٹھ جاتے ہیں وضو بنانے کے لیے یہاں تک کہ پیر جی اور خواجہ صاحب اکھٹے وضو مکمل کر لیتے ہیں اور مسجد کی طرف چلے جاتے ہیں جب کہ بندہ ناچیز ابھی باز و دھو رہا

ہوتا ہے۔خواجہ صاحب اور پیر جی کے اٹھنے کے بعد وہ پانی بھی غائب ہو جاتا اور بندہ ناچیز خانقاہ کے وضو خانے پہ جا کر وضو مکمل کرتا ہے اور نماز میں شریک ہوتا ہے یہاں تک خواب مکمل ہوا۔ پھر رمضان کے بعد جب میری حاضری دار بنی ہاشم میں ہوئی تو پیر جیؒ کو اپنا خواب سُنایا تو پیر جیؒ بہت محظوظ ہوئے اور بار بار الحمد اللہ پڑھتے ہوئے سر کو جھکا کر خاموش ہو گئے۔ پھر کچھ دیر بعد فرمایا بیٹا اس میں میرے لیے کچھ ہے۔ اور اس کے بعد مجھے کہا کہ آپ نے ناشتہ کر کے جانا ہے، تو ایک بچے کو بلایا اور اسے کہا کہ گھر جاؤ اور کہو کہ ہمارا ایک بیلی آیا ہے اس کے لیے جو کچھ ہے ناشتہ دو۔ مجھے اس وقت تو کچھ سمجھ نہیں آیا لیکن اب سمجھ آتا ہے کہ پیر جیؒ اور حضرت خواجہ صاحبؒ کا فیض ایک جگہ اور ایک استناد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے اپنے مقام اور مرتبہ پر مکمل فرمایا۔

☆......☆......☆......☆

مولانا قاری محمد معاذ (مدرس مدرسہ معمورہ، ملتان)

چند لمحوں کی ملاقات

مدرسہ معمورہ میں جب تقرری ہوئی اس وقت حضرت پیر جی رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے لیکن علیل تھے۔ نئی نئی بات تھی اساتذہ کرام سے جب تعارف ہوا حال واحوال پوچھے۔ حضرت پیر جی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بات سامنے آئی کہ حضرت کا مزاج ہے جب مصافحہ کرو تو ذرا آواز سے سلام کرو وگرنہ ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں چنانچہ جب ملاقات کا موقعہ آیا تو میں نے مزاج کے مطابق سلام کیا تو خوش ہوئے اور جواب دیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ دراصل اس میں اہلِ تعلق کی اصلاح کرتے ہیں کیونکہ عام طور پر مصافحہ تو کیا جاتا ہے لیکن سلام کے الفاظ نہیں کہے جاتے اس طرح سنت پر عمل نہیں ہوتا۔ مجھے احساس ہوا کہ حضرت سنت پر عمل کرواتے ہیں۔ ایک مرتبہ غالباً حضرت امیر شریعتؒ سیمینار تھا اس موقع پر میرے اساتذہ کرام بھی تشریف لائے ہوئے تھے تو انہوں نے بھائی مولانا عطاء المنان صاحب سے حضرت پیر جیؒ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا مجھے اچھی طرح یاد ہے عشاء کے بعد کا وقت تھا رات کے گیارہ بج رہے تھے حضرت سید عطاء المنان صاحب ملاقات کی اجازت لے کر آئے اور کہا کہ صرف سلام کرنے کی اجازت ہے اس پر بھی خوشی ہوئی کہ مصافحہ کا موقع مل رہا ہے چنانچہ جب مصافحہ کے لیے گئے تو فرمایا سلام کر لیا ہے باقی ملاقات کا وقت نہیں ہے کیونکہ صبح نماز کے لیے اٹھنا ہے اور فرمایا کہ رات کو جلدی سو جانا چاہیے اور صبح جلدی اٹھنا چاہیے میں اس وقت بھی سوچ رہا تھا کہ ہمارے بزرگوں میں کس طرح اتباع سنت کا مزاج ہے چنانچہ میرے اساتذہ کرام اس پر بہت خوش ہوئے کہ لمبی ملاقات تو نہیں ہوئی لیکن چند لمحوں میں اتباع سنت کا درس مل گیا ہے۔

اللہ کی ان پر کروڑوں رحمتیں نازل ہوں (آمین ثم آمین)

عظمت خان۔کراچی

قادیانیت سے متعلق لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ

قادیانی مذہب کا پرچار کرنے والے تین ملزمان کی ضمانت لاہور ہائی کورٹ نے بھی منسوخ کردی ہے، اس سے قبل ایک ملزم محمود اقبال ہاشمی کو سیشن کورٹ سے ضمانت دی گئی تھی جس کے بعد ایف آئی اے کے تفتیشی افسر نے مقدمہ میں مزید دفعات شامل کی گئیں جس کے بعد ضمانت منسوخ کر کے ملزم اقبال ہاشمی کو گرفتار کرلیا گیا جب کہ ملزمان ظہیر احمد اور شیز اراحمد کی بھی ضمانتیں منسوخ کی گئیں ہیں۔

شکایت کنندہ محمد عرفان نے ڈپٹی ڈائریکٹر ایف آئی اے سائبر کرائم لاہور سے شکایت کی تھی کہ وکیل راجپوت اور عتیق نے ایک واٹس ایپ گروپ تخلیق دیا تھا، جس کا نام سندھ سلامت رکھا گیا تھا، اس وٹس ایپ گروپ میں قادیانیت کا پرچار کیا جانے لگا اور اس گروپ میں ایک ایسے شخص کو بھی ایڈ کیا گیا جس نے قرآن پاک کا اپنی مرضی سے ترجمہ کر کے اس کو بھی اپنے مقاصد کیلئے استعمال کررہا تھا، جب کہ قادیانیوں کو کسی بھی طرح پاکستان میں اپنے عقیدے کا پرچار کرنے سے منع کیا گیا ہے، ایف آئی اے نے اس شکایت پر 18 جون 2019 کو انکوائری No. 953/2019 کے تحت کارروائی شروع کردی تھی۔

ایف آئی اے کو ذرائع سے معلوم ہوا کہ احمدی عقیدے کے پیروکار محمود اقبال ہاشمی جو گروپ کو چلا رہا تھا وہ اپنے مواد سمیت اپنے گھر واقع آصف بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور میں موجود ہے جس کے بعد ایڈیشنل ڈائریکٹر سائبر کرائم نے اسسٹنٹ کی سربراہی میں چھاپہ مار پارٹی تشکیل دی، جس میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر نعیم ظفر (ہارڈ ویئر انجینئر) محمد اقبال ہاشمی کو اس کے گھر سے گرفتار کیا۔ محمود اقبال ہاشمی کے موبائل سے اسی وقت مرزا طاہر کی تصنیف قرآن پاک کا ممنوع ترجمہ پی ڈی ایف کی صورت میں سندھ سلامت گروپ میں اپ لوڈ کیا گیا تھا، محمود اقبال ہاشمی کو گرفتار کر کے اس کے بعد 20 جون 2019 کو تھانہ ایف آئی اے سائبر کرائم ونگ لاہور میں مقدمہ نمبر 88/2019 درج کیا گیا تھا، جس میں پاکستان پینل کوڈ، 1860 (''PPC کی دفعہ 295-A298-C اور الیکٹرانک جرائم کی روک تھام ایکٹ 2016 کی دفعہ 11 (''PECA بعد میں، سیکشن 295-B، 295 -C، 34 اور PPC109 شامل کی گئیں۔

اس مقدمہ میں 25 فروری 2021 کو شیراز احمد نامی احمدی کو بھی شامل کیا گیا، جس کے بعد تفتیشی افسر نے

سرچ وارنٹ حاصل کر کے چٹھہ، تحصیل وضلع حافظ آباد میں چھاپہ مار کر شیراز احمد کو مبینہ طور پر اپنی تبلیغ میں مصروف پا کر گرفتار کر لیا تھا جس کا موبائل فون لیپ ٹاپ، ممنوعہ کتابیں اور کچھ اسٹیشنری قبضے میں لے لی گئی تھی۔ شیراز احمد نے انکشاف کیا کہ اس نے اسے واٹس ایپ کے ذریعے مواد فراہم کیا تھا جس کی استغاثہ نے تصدیق بھی کی تھی، جس کے بعد موبائل کی فرانزک رپورٹ آئی جس کے بعد ظہیر احمد نامی شخص کو بھی گرفتار کیا گیا۔ ظہیر احمد اور شیراز احمد نے سیشن کورٹ پر ضمانت کیلئے درخواست دی، جسے منظور نہیں کیا جب کہ محمود اقبال ہاشم کو 22 اگست 2019 کو ایڈیشنل جج نے ضمانت دے دی تھی، جس کے بعد تفتیشی افسر نے دفعہ 295-B، 109 اور 34 پی پی سی کا اضافہ کر کے ضمانت کی منسوخی کے لیے Cr.P.C (5)497 میں ایڈیشنل سیشن جج نے 9/ اگست کو محمود اقبال ہاشمی کو دوبارہ گرفتار کر لیا تھا۔ ضمانتیں مسترد ہونے کے بعد ظہیر احمد اور شیراز احمد نے لاہور ہائی کورٹ سے ضمانت کے لیے رجوع کیا تھا، جہاں سے ایک بار پھر ان کی ضمانت مسترد ہو گئی ہے۔

☆......☆......☆

عدالت نے توہین رسالت کی مجرمہ خاتون عنیقہ عتیق کو جرم ثابت ہونے پر سزائے موت سنادی

میڈیا رپورٹس کے مطابق راولپنڈی کی انسداد سائبر کرائم عدالت کے ایڈیشنل سیشن جج عدنان مشتاق نے توہین رسالت وتوہین مذہب کیس کی سماعت کی، کیس کی سماعت اڈیالہ جیل میں ہوئی۔ عدالت نے جرم ثابت ہونے پر مجرمہ خاتون عنیقہ عتیق کو سزائے موت سنادی۔

عدالت نے مجرمہ کو توہین رسالت کے جرم 295 سی میں سزائے موت اور 5 لاکھ روپے جرمانہ، توہین مذہب کے جرم 295 اے میں 10 سال قید 50 ہزار روپے جرمانہ، توہین مذہب گفتگو پر 3 سال قید اور 50 ہزار روپے جرمانہ اور سائبر کرائم جرم میں 7 سال قید 50 ہزار روپے جرمانہ کی سزا سنائی۔

مجرمہ نے سوشل میڈیا پر توہین آمیز کلمات ادا کیے اور توہین رسالت کا جرم کیا، جب کہ ایف آئی اے سائبر کرائم ونگ نے 13 مئی 2020 کو مقدمہ درج کیا تھا۔

افتخار احمد جرمنی

برطانیہ کا قادیانی مرکز ریپ کے الزامات سے لرز اٹھا

گزشتہ چند ہفتوں سے ندا النصر ریپ کیس سامنے آنے کے بعد دنیا بھر میں حقیقی اسلام کا جھوٹا دعویٰ رکھنے والی قادیانی جماعت جسے معروف برطانوی اخبار Daily Mail نے کلٹ کا نام دیا ہے رسوائیوں کی گہری کھائیوں میں اوندھے منہ جا گری ہے گو کہ برطانوی قادیانی مرکز نے اپنے پیروکاروں کو ریپ کی اس لرزہ خیز داستان پر خاموش رہنے کا نوٹیفکیشن جاری کیا ہے جس پر پاکستانی میڈیا بھی عمل پیرا ہے مگر پس پردہ بہت سے قادیانی سوشل میڈیا پر زناء کے نامزد ملزمان اور جماعت کے موجودہ خلیفہ مرزا مسرور احمد جس نے ڈیلی میل کے مطابق شکایت کنندہ کو اپنے والد اور تین دوسرے (قریبی رشتہ داروں) فرقے کے اہم افراد پر لگائے گئے ریپ کے الزامات واپس لینے کا مشورہ دیا تھا کا کوششوں کے باوجود دفاع نہیں کر پا رہے۔ جماعت کے سہمے ہوئے پیروکار اپنے مستقبل پر سوالیہ نشان دیکھ کر ہیجانی کیفیت سے دوچار ہیں۔ ندا النصر کی اس ریپ کہانی میں جماعت کے تین خلفاء کا نام اس طرح جڑا ہوا ہے کہ 36 سالہ ندا النصر جماعت کے تیسرے خلیفہ مرزا ناصر احمد کی پوتی اور چوتھے خلیفہ مرزا طاہر احمد کی نواسی ہے۔ جبکہ ریپ کے ملزمان میں موجودہ پانچویں خلیفہ مرزا مسرور احمد کے سالے کا نام بھی لیا گیا ہے جو اس وقت چناب نگر میں قادیانی جماعت کے ایک انتہائی اہم عہدے پر فائز ہے۔ اس کہانی کا سب سے بھیانک کردار ندا النصر کا سگا باپ ہے۔ یاد رہے کہ بچی کا باپ جماعت کے تیسرے خلیفہ مرزا ناصر احمد کا وہ بیٹا ہے جس نے مرزا مسرور احمد کو خلیفہ بننے پر خلافت کی علامتی انگوٹھی اور جبہ پہنایا تھا، برطانوی اخبار ڈیلی میل کے مطابق ''36 سالہ شکایت کنندہ کا تعلق احمدی فرقے سے ہے جس کے برطانیہ میں مرزا مسرور احمد کی قیادت میں 30,000 پیروکار ہیں جنہیں بورس جانسن (وزیر اعظم) اور تھریسا مے (سابق وزیر اعظم) سمیت دیگر سینئر سیاستدانوں نے نوازا ہے اور جس نے 44 منٹ کی ریکارڈ شدہ گفتگو میں شکایت کنندہ کو مشورہ دیا کہ وہ یہ الزامات چھوڑ دے کہ اس کے والد اور تین دیگر فرقے کے افراد نے لندن، سرے، ڈورسیٹ اور پاکستانی شہر ربوہ (چناب نگر) جو اس گروپ کے روحانی ہیڈ کوارٹر ہیں پر اس کے ساتھ جنسی زیادتی کی تھی۔ خبروں کے مطابق رپورٹ درج ہونے کے بعد برطانوی پولیس تحقیقات کا آغاز کر چکی ہے۔ جس کے بعد ممکنہ طور پر عدالتی کارروائی کے بعد مرزا مسرور احمد اور دیگر ملزمان کا مستقبل واضح ہوگا جس کے ساتھ پوری قادیانی جماعت کا مستقبل جڑا ہوا ہے۔ آڈیو میں ندا النصر مرزا مسرور احمد سے چیختی ہوئی یہ کہتی ہوئی سنائی دیتی ہے کہ ''چناب نگر میں آپ نے ریڈ زون ایریا قائم کر

کے کنجر خانہ کھولا ہوا ہے جہاں آپ کا سالا محمود شاہ، ڈاکٹر مبشر و دیگر لگے ہوئے ہیں‘‘ کے بعد توقع کی جا رہی تھی کہ پاکستانی حکومت اس نشان دہی کے بعد چناب نگر کے اس مقام پر کوئی سخت ایکشن لے گی مگر ایسا کچھ بھی نہ ہو سکا۔

برطانیہ میں قوانین کا احترام اس واقعہ سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ چند دہائیوں قبل جماعت کے چوتھے خلیفہ مرزا طاہر احمد جو قادیانی جماعت کی تعداد بیس کروڑ بتا کر کراچی کے ایک مسلمان سے مباہلے کا اعلان کرنے کی پاداش میں عبرتناک انجام کو پہنچے تھے لندن میں ایک شام معمول کے مطابق اپنے چند رفقاء کے ساتھ دریا کے کنارے چہل قدمی میں مصروف تھے کہ اچانک ایک انگریز عورت کا پوڈل کتا حصول پیار کے لیے ان کے سامنے آ گیا، کپڑوں کی ناپاکی سے بچنے کے لیے انہوں نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی سے اسے دور ہٹانے کی کوشش کی تو وہ کتے کو لگ گئی جس کی درد سے وہ بلبلانے لگا۔ خاتون نے پولیس بلا لی اور بتایا کہ اس شخص نے میرے معصوم کتے کو چھڑی مار کر زخمی کیا ہے محافظوں میں سے ایک نے قبول کرنے کی جھوٹی کوشش کی کہ چھڑی اس نے ماری تھی جبکہ خاتون مرزا طاہر احمد کی طرف اشارہ کر کے مسلسل یہی کہتی رہی کہ یہ شخص تھا (This man) مرزا طاہر احمد کو اس کیس میں متعدد بار پولیس اسٹیشن جانا پڑا جبکہ جماعت کی پوری کوشش تھی کہ پولیس ان سے پوچھ گچھ ان کے جماعتی دفتر میں ہی کرے یہ مقدمہ جماعت میں ’’کتا کیس‘‘ کے نام سے کافی مشہور رہا۔

☆......☆......☆

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سوا کوئی بھی تنقید سے بالا نہیں؟

صاحبِ اعلاء السنن عظیم محدث حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ جو کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی بھی تنقید سے بالا نہیں" اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہر کس و ناکس کو ہر شخص پر تنقید کا حق حاصل ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اعلیٰ ادنیٰ پر تنقید کر سکتا ہے یا اپنے مساوی پر۔

ادنیٰ کو اعلیٰ پر، جاہل کو عالم پر، غیر مجتہد کو مجتہد پر، غیر صحابی کو صحابی پر تنقید کا حق حاصل نہیں۔ صحابی کو صحابی پر تنقید کا حق ہے۔ (براءتِ عثمان ص 12)

☆......☆......☆

مفکر احرار چودھری افضل حق رحمہ اللہ (قسط نمبر 22)

تاریخ احرار

اِلسپ کمیٹی کی رپورٹ:

اِلسپ کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں پگٹ کمیٹی کی رپورٹ کی تائید کی ہے چنانچہ گورنمنٹ کے فیصلہ ۱۹۰۹ء کے متعلق وہ لکھتے ہیں۔

''ہمارے خیال میں گورنمنٹ کے منشاء کے متعلق کوئی شبہہ نہیں کیا جا سکتا یہ ظاہر ہے کہ ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ دو چیزوں میں تفریق کریں۔ اولاً سال کے تین اہم دنوں اور باقی ماندہ دنوں میں اور دوسرے باضابطہ مجمع میں (مدح صحابہ) پڑھنے میں اور منفرداً مدح صحابہ پڑھنے میں۔ ان کا مقصد تین دن کے لیے مدح صحابہ روکنے کا تھا یہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اس حکم کے مطلب کے متعلق کوئی شبہہ نہیں ہوسکتا تمام پبلک مقامات پر عام مجمعوں میں مدح صحابہ پڑھنے کی مخالفت صرف ان راستوں پر تھی جن پر سے تعزیہ یا دوسرے جلوس نکلیں اور جو ان کی ساعت کے اندر ہوں۔ یہ بھی بتایا گیا کہ اگر انفرادی طور پر لوگ ایسے اشعار پڑھیں جن میں دوسروں پر سب وشتم ہو تو ان کے خلاف معمولی قانونی کارروائی کی جا سکتی ہے اور اس میں کسی دن کی تخصیص نہیں۔ اسی طرح سے ہمارا یہ خیال نہیں ہے کہ گورنمنٹ کا مطلب یہ تھا کہ تمام جلسے اور جلوس جن میں مدح صحابہ پڑھی جائے وہ عشرہ چہلم اور ۲۱؍رمضان کے تین دن کے علاوہ ضروری طور پر ممنوع قرار دیئے جائیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انھوں نے ایک عام اصول کے طور پر تحریر کیا تھا کہ ایسے جلسوں کی اجازت نہیں دی جاسکتی جو نہ صرف یہ کہ جدید ہوں بلکہ ان سے نقض امن کا اندیشہ بھی ہو۔

اس طرح پر جو مطلب گورنمنٹ کے ریزولیوشن کا پہلے بیان کیا گیا ہے۔ اس کی تائید اِلسپ کمیٹی نے بھی کی لیکن اِلسپ کمیٹی کی رپورٹ ۱۵؍جون ۱۹۳۷ء کو آجانے کے باوجود گورنمنٹ نے نہ اس کے متعلق کوئی فیصلہ صادر کیا اور نہ اس کی اشاعت کی۔

نومبر ۱۹۳۶ء میں جب ہزایکسی لینسی گورنر صاحب کے وعدہ پر سول نافرمانی کی تحریک کو ملتوی کیا گیا تھا۔ تو خیال یہ تھا کہ تین چار ماہ کے اندر کوئی نتیجہ نکل آئے گا۔ لیکن روز بروز التوا ہوتا رہا کمیشن کی رپورٹ بھی ۷ ؍مہینہ کے بعد پیش ہوئی لیکن وہ بھی پبلک میں شائع نہ کی گئی اس زمانے میں نواب چھتاری وزیر اعظم تھے۔ ان کے سامنے بھی مطالبہ پیش کیا گیا لیکن کچھ کارروائی نہ ہوئی۔ جولائی ۱۹۳۷ء کانگریس گورنمنٹ نے عنان حکومت اپنے ہاتھوں میں لی۔ اس کے بعد اس سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس معاملہ میں اپنا فیصلہ دے اور کمیشن کی رپورٹ کو شائع کردے لیکن

اس نے دیگر اہم مصروفیتوں کے ہونے کی وجہ سے مہلت طلب کی۔ سنیان لکھنو برابر صبر کے ساتھ انتظار کرتے رہے لیکن جب فروری ۱۹۳۸ء تک بھی کچھ نتیجہ نہ نکلا تو لوگوں میں بے چینی بہت زیادہ بڑھ گئی بالآخر ۲۸/مارچ ۱۹۳۸ء کو گورنمنٹ نے مدح صحابہ کمیشن کی رپورٹ اور اپنا فیصلہ شائع کیا۔ اگرچہ گورنمنٹ کے فیصلہ کے الفاظ مختلف تھے لیکن مطلب ومقصود وہی تھا جو ۱۹۰۹ء کے فیصلہ کا تھا۔ اس فیصلہ کے پیراگراف ۵ میں گورنمنٹ تحریر کرتی ہے۔

''گورنمنٹ اس بات کو صاف کر دینا چاہتی ہے کہ سنیوں کا یہ حق ہرگز ما بہ النزاع نہیں ہے کہ آیا انہیں مجالس خاص میں خلفائے ثلاثہ کی مدح کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں بلاشک ان کو یہ حق حاصل ہے جھگڑا صرف اس بات کا ہے کہ کس طریقہ اور کن حالات میں ان کو لکھنو میں مدح صحابہ پڑھنی چاہیے۔ جب مختلف اقوام کے عقائد اور نقطۂ نظر میں فرق ہو تو گورنمنٹ کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ امن عامہ کو قائم رکھنے کے لیے مداخلت کرے اور عام لوگوں کی سہولت کا خیال رکھے۔''

اس طرح پر مدح صحابہ کا حق جیسے پہلے تسلیم کیا گیا تھا گورنمنٹ کے اس فیصلہ میں بھی تسلیم کیا گیا۔ لیکن وقت اور حالات کا تعین کچھ نہیں کیا گیا۔

اس فیصلے کے بعد کی کارروائی:

مارچ ۱۹۳۸ء میں گورنمنٹ کے فیصلہ کے شائع ہونے کے بعد مجلس احرار نے اس مضمون کا ریزولیوشن پاس کیا کہ گورنمنٹ کے فیصلہ کے متعلق کچھ کہنا مشکل ہے جب تک اس کا عمل نہ دیکھ لیا جائے نیز یہ بھی طے کیا گیا کہ اس فیصلہ کے متعلق مجلس علماء سے استفتاء کر کے اس کی ہدایت کے مطابق عملدرآمد کیا جائے۔

اس زمانہ میں شیعہ کانفرنس نے اس مضمون کا ریزولیوشن پاس کیا کہ کمیٹی کی رپورٹ اگرچہ کڑوی گولی ہے لیکن ہمیں اسے کھانا ہوگا۔ مدح صحابہ کمیٹی نے بھی گورنمنٹ کے اس فیصلے کا دبے الفاظ میں خیر مقدم کیا مگر گورنمنٹ نے اس کو نافذ نہ کیا اور فضاء کے بہتر ہونے تک اس کے نفاذ کو ملتوی کر دیا۔

اپریل ۱۹۳۸ء میں مجلس احرار نے بطور آزمائش محفل میلاد کے منعقد کرنے کا اعلان کیا جو قریب قریب کلیۃً سنیوں کی آبادی تھی۔ لیکن اس محفل میلاد کے منعقد ہونے پر لکھنو کی تمام پولیس اور افسران موقعہ پر پہنچ گئے۔ دفعہ ۱۴۴ کی دھمکی دی جس کی وجہ سے کارکنان نے اس وقت احتجاجاً جلسہ کو ملتوی کر دیا۔

مذکورہ بالا فیصلے کے نفاذ میں گورنمنٹ مسلسل دیر کرتی رہی لیکن اس طرز عمل سے فضاء کے پرسکون ہونے میں کوئی مدد نہ ملی۔ برعکس اس کے شیعہ جو پہلے گورنمنٹ کی تجویز کو ماننے کے لیے کم وبیش تیار تھے۔ انھوں نے بھی سمجھ لیا کہ اگر فضاء کو مکدر رکھا جائے تو بحالات موجودہ مدح صحابہ کے عام مقامات پر نہ پڑھے جانے یا مدح صحابہ کا جلوس نہ نکالنے کا امکان پیدا ہو سکتا ہے دراصل یہ کوشش ۱۹۳۷ء ہی سے شروع ہو گئی تھی جب کہ السپ کمیشن نینی تال میں

اپنی رپورٹ تحریر کررہا تھا۔

''جون ۱۹۳۶ء میں ایام عزاداری ختم ہونے کے بعد شیعوں کی طرف سے حملہ ہوا اور اس کے بعد لکھنو میں بلوہ ہوگیا۔ اس سے قبل بھی چہلم کے موقعے پر شیعوں کا جو جلوس پاٹا نالہ میں دارالمبلغین کے سامنے کو گذراتھا۔ اس کے متعلق بھی شکایت تھی کہ اس نے بہت سے اشعار سب وشتم کے پڑھے تھے۔ مثلاً ؎

وہ ہاتھ اگر آگ میں جل جائے تو اچھا | جس ہاتھ سے شبیر کا ماتم نہیں ہوتا
او کہنے والے تعزیہ داری حرام ہے | دشمن ہے تو نبی کا عدوٌ امام ہے
جہاں میں کس لیے بے دیں ہمارا دل جلاتے ہیں | عزداری کو کیا سمجھے ہیں جو بے دیں مٹاتے ہیں
یہی ہے بخشش امت کا ساماں سوچ لے بے دیں | لعین ابنِ لعیں ہیں عزاداری مٹاتے ہیں

غرض فضاء کے پرسکون ہونے کے بجائے روز روز فضاء کے مکدر ہونے کی صورتیں پیدا ہوتی رہیں۔ اور گورنمنٹ کے اعلان کے بعد اس میں اضافہ ہوتا رہا چنانچہ دارالمبلغین پر حملہ کیا گیا جلوس پر گلی میں سے اینٹیں پھینکی گئیں۔ اور بلوہ ہوا اس کے نتیجہ میں مولوی عبدالشکور اوران کے رفقاء کو دفعہ ۱۰۷ کے ماتحت گرفتار کرلیا گیا۔

اس نوبت پر مولانا حسین احمد صاحب جو شروع سے تحریک مدح صحابہ کے حامی اور اس کے پرجوش مددگار رہے تھے انھوں نے مداخلت کی اور سنیان لکھنو کے لیے تحریری اعلان شائع کیا کہ ان کو موقعہ دیا جائے کہ وہ گورنمنٹ سے کوشش کر کے اس مسئلہ کو ختم کرادیں۔ آپ نے اس دوران میں سنیان لکھنو کو صبر کے ساتھ انتظار کرنے کی تلقین کی اور کسی قسم کی تحریک سول نافرمانی وغیرہ شروع نہ کرنے کی ہدایت فرمائی۔ نیز یہ بھی یقین دلایا کہ اگر خدانخواستہ ان کو اس مسئلہ کے حل کرنے میں کامیابی نہ ہوئی تو وہ خود مدح صحابہ کے ایجی ٹیشن میں سب سے آگے ہوں گے چنانچہ مولانا حسین احمد صاحب قبلہ کے احترام میں سنیان لکھنو پھر خاموش ہوگئے اور صبر وسکون کے ساتھ حکومت کے تصفیہ کا انتظار کرنے لگے۔

اس دوران میں مولانا حسین احمد صاحب کی گفتگو حکومت یوپی اور کانگریس سے ہوتی رہی اور حکومت کی طرف سے التواء کا عذر ہوتا رہا۔ اور مجلس احرار اور مجلس تحفظ ناموسِ صحابہ کی طرف سے پبلک کو یقین دلایا جاتا رہا کہ عنقریب گورنمنٹ اپنے مذکورہ بالا فیصلہ کو جامۂ عمل پہنادے گی لیکن اس کو مہینہ دو مہینہ چار مہینے چھ مہینے گذر گئے۔ مگر ہنور روز اول رہا یہاں تک کہ مجبور ہو کر حکومت کے مذکورہ بالا اعلان کے شائع ہونے کے سال بھر انتظار کرنے کے بعد مولانا عبدالشکور صاحب ودیگر حضرات نے ایک روز یہ مطبوعہ اعلان شائع کرادیا کہ امین الدولہ پارک میں مدح صحابہ کا جلسہ منعقد ہوگا۔ اس اعلان کے شائع ہوتے ہی گورنمنٹ نے مولانا موصوف اوران کے رفقاء کو حسب دفعہ ۱۰۷ گرفتار کرلیا۔ اب مولانا حسین احمد صاحب نے حکومت یوپی کی وعدہ خلافی سے مجبور ہو کر اس بات کا اعلان کردیا کہ وہ سنیان لکھنو کو مزید انتظار کرنے کے لیے مجبور نہیں کرسکتے۔ چنانچہ اس کے بعد وہ خود اپنے وعدے کے مطابق

میدان عمل میں اتر آئے۔ احرار کی جانب سے بھی سول نافرمانی شروع کر دی گئی۔

اس سول نافرمانی کا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ زیادہ دنوں کی بات نہیں۔ یعنی حکومت نے سال بھر میں ایک دن (یعنی ۱۲/ربیع الاول کو) جلوس نکالنے کا وعدہ کیا۔ اب شیعہ اس بات پر بہت چراغ پا ہیں۔ حالانکہ سنیوں کے ساتھ جو بے انصافی کی گئی ہے اس کی تلافی اب تک نہیں ہوئی ہے اوپر جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ سنی تین دن کی مدح صحابہ کی پابندی کے خلاف احتجاج کر رہے تھے۔ ان تین دنوں کے علاوہ سال کے بقیہ ایام میں ۱۹۰۸ء سے ان کا حق علانیہ مدح صحابہ پڑھنے کا تسلیم شدہ چلا آرہا تھا۔

مصالحت کا سوال:

اب مصالحت کا سوال پھر اٹھا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ مصالحت کس طرح ہو اگر سنیوں کو مدح صحابہ کے لیے ۱۰ ایوم دیئے جاتے تو ممکن تھا کہ مصالحت ۹ پر ہو جاتی اگر ۵ دیئے جاتے تو ممکن تھا کہ ۴ پر مصالحت ہو جاتی لیکن اب ملا کیا ہے جس پر مصالحت کی جائے۔ موجودہ حالات میں تو مصالحت کی صورت صرف یہ ہوسکتی ہے کہ سنی اپنے حق سے بالکلیہ دستبردار ہو جائیں۔

لیکن واضح رہے کہ یہ مسئلہ کا تصفیہ پورے طور پر لکھنو سے باہر رہنے والے حضرات کے طے کرنے کا نہیں ہے جب تک کہ سنیان لکھنو کا اطمینان نہ کر دیا جائے۔ اس ہیجان کے ختم ہونے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ لکھنو میں سنیوں کی تعداد اسی ہزار (۸۰۰۰۰) کے قریب ہے اور شیعوں کی تعداد بیس ہزار (۲۰۰۰۰) کے قریب ہے۔ سال بھر میں شیعوں کے بیسیوں جلوس نکلتے ہیں لیکن سنیوں کا کوئی جلوس خالصۃً سنی ہونے کی حیثیت سے نہیں نکلتا۔ لکھنو میں ان کو کسی جلوس ہی کے نکالنے کی ممانعت نہیں بلکہ جلسے کرنے کی بھی ممانعت ہے۔ وہ جلسوں میں بھی مدح صحابہ نہیں پڑھ سکتے پچھلے ایجی ٹیشن میں جن اشعار کے پڑھنے پر سنیوں کی گرفتاریاں ہوئیں ان میں سے بعض بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔ جن سے اندازہ ہوگا کہ لکھنو میں سنی کس حق کے لیے تکلیفیں اٹھا رہے ہیں اور وہ کون سا حق ہے جس کی مخالفت تبرا پڑھنے کی دھمکی دے کر کی جارہی ہے۔ ؎

خداوندا قسم تجھ کو شفیع روز محشر کی
محبت دے ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وحیدرؓ کی

خدا شاہد نبی شاہد زماں شاہد
صداقت کل جہاں نے مان لی صدیق اکبر کی

مشرف جب ہوئے فاروق اعظم دین احمد سے
صدا کانوں میں پہنچی ہر طرف اللہ اکبر کی

ہمیں اے جذبہ اسلام تجھ سے کام لینا ہے
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ علیؓ کا نام لینا ہے

أَشِدّاءُ عَلَى الكفار ان کی شاں میں آیا
کلام اللہ کی تفسیر ان کا نام لینا ہے

نہ تخت روم لینا ہے نہ ملک شام لینا ہے
ہمیں دنیا کے ہر گوشے میں حق کا نام لینا ہے

ابوبکرؓ وعمرؓ عثمانؓ علیؓ کا ہم پہ احساں ہے
ہمیں اس واسطے یہ نام صبح وشام لینا ہے

جلال وجذبۂ فاروق اعظم ہم کو دے یارب
اگر دنیا میں ہم سے خدمت اسلام لینا ہے

دل آزاری کسی کی ہم نہ کرتے تھے نہ کرتے ہیں
ہمیں تو صرف آقاؤں کا اپنے نام لینا ہے

شجاعانِ جہاں ڈرتے تھے فاروقؓ دلاور سے
کہ ان کا سامنا تو موت کا پیغام لینا ہے

یہ ہیں وہ اشعار جن کے متعلق شیعوں کا قول ہے کہ ان کو سن کر انھیں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ **یاللعجب!** لیکن حکومت کے لیے تو صرف شیعوں کا کہنا کافی نہیں ہونا چاہیے دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ آیا عام طور سے اور عام اصول اخلاق وآداب معاشرت کے لحاظ سے یہ اشعار دل آزار ہیں یا نہیں البتہ اس بات کے متعلق شیعوں کو اطمینان کرایا جاسکتا ہے کہ ان جلسوں اور جلوسوں میں کبھی ایسے اشعار نہ پڑھے جائیں گے نہ ایسی باتیں کہی جائیں گی جن سے اشارۃً یا کنایۃً ان پر کسی قسم کا حملہ ہو۔

ایک مطالبہ حضرات شیعہ کی جانب سے یہ کیا جاتا ہے کہ جب سنیوں کو ایک حق مل گیا تو ان کو چاہیے کہ اپنے بھائیوں کی دل آزاری کے خیال سے دستبرادار ہوجائیں۔ مجھے اخلاقی طور سے ان کے اس مطالبہ سے انکار نہیں اور میں ایسے بہت سے حضرات کو جانتا ہوں جنھوں نے بارہا یہ کہا کہ جلوسوں کی اگر عام اجازت ہوجاتی ہے تو سنیوں کو ان کے ترک کردینے میں کوئی عذر نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اس وقت تک اجازت ملی بھی ہے یا نہیں اگر بارہ مہینہ کی عام اجازت مل جاتی ہے۔ اور پھر شیعہ حضرات لکھنو میں ایک اور جلوس سکون کے ساتھ نکل جانے دیتے تو پھر بے شک ان کو یہ کہنے کا حق ہوسکتا تھا کہ وہ جلوسوں سے دستبردار ہوجائیں۔ لیکن جب زبردستی اور زور سے اس جائز حق کے استعمال سے روکا جاتا ہے تو دوسرے لوگوں اور بالخصوص سنیان لکھنو سے یہ توقع کرنا کہ وہ اس حق سے دستبردار ہوجائیں گے ایک ناممکن بات ہے۔

مولانا حسین احمد صاحب اور تحریک مدح صحابہ:

اکثر حضرات مولانا حسین احمد صاحب اور احرار کے متعلق یہ اعتراضات کرتے ہیں کہ انھوں نے تحریک مدح صحابہ میں کیوں حصہ لیا۔ لیکن شاید ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ جب حضرت مولانا حسین احمد صاحب کا بیان اِلسپ کمیٹی کے سامنے بطور گواہ کے ہوا تھا تو انھوں نے صراحت سے اس زمانہ کے حالات کے اعتبار سے مدح صحابہ کی مخالفت کو مداخلت فی الدین فرمایا تھا۔ اور اس کی وجوہات تفصیل کے ساتھ کمیشن کے سامنے پیش کی تھیں۔ ان کا یہ عقیدہ ہے جسے وہ

بار بار مختلف موقعوں پر بیان فرما چکے ہیں۔تحریک مدح صحابہ میں شرکت نہ شیعوں کی مخالفت پر مبنی ہے اور نہ اس کا باعث پچھلی تحریک مدح صحابہ ہے۔جب مدح صحابہ کا ایجی ٹیشن ملتوی ہوا اور مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ قائم ہوا تو مولانا حسین احمد صاحب ہی مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کے روح ورواں تھے۔مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ میں بعض شیعہ امیدوار سنی امیدواروں کے مقابلہ میں منتخب کیے گئے اور مولانا موصوف نے ان امیدواروں کی پوری تائید کی اور بعض شیعہ امیدوار تو ایسے ہیں جو صرف مولانا موصوف کی امداد سے ہی کامیاب ہوئے۔مجلس احرار نے بھی خود لکھنؤ میں شیعہ امیدواروں کی پورے طور پر تائید کی۔ ہمیشہ سے ان کا دعویٰ ہے کہ مدح صحابہ کی جنگ ایک شہری اور مذہبی حق کی جنگ ہے وہ شیعوں کی عداوت یا اقلیتوں کی حق تلفی کرنے پر مبنی نہیں ہے۔ چنانچہ ہمیشہ گورنمنٹ سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ بجائے دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ اور دفعہ ۱۸۸ میں سزا دینے کے مدح صحابہ پڑھنے والوں کو تعزیرات ہند کورٹ سے اس امر کا فیصلہ حاصل کرسکیں کہ آیا مدح صحابہ پڑھنا قانوناً جرم ہوسکتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ میں سارے سُنِّیاں ہندوستان کی طرف سے **علیٰ رُؤسِ الاشھاد** یہ اعلان کرتا ہوں کہ اگر ہندوستان کا کوئی ہائی کورٹ یہ طے کردے کہ مدح صحابہ پڑھنا دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند کا جرم ہے تو ہم اپنے اس حق سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دست بردار ہوجائیں گے۔اسی طرح سے اگر تبرا کے متعلق مقدمہ چلا کر ہائی کورٹ سے تجویز لے لی جائے تو وہ بھی ہمارے لیے قابل پابندی ہوگی لیکن گورنمنٹ نے کبھی مدح صحابہ پڑھنے والوں پر ہمارے مطالبہ کے موافق اور خود گورنمنٹ کے ۱۹۰۹ء کے ریزولیوشن کے مطابق مقدمہ نہیں چلایا۔

ان معروضات سے یہ معلوم ہوگا کہ اس تحریک کے چلانے میں نہ اکثریت کا غرور ہے نہ اقلیت کی تحقیر بلکہ لکھنؤ کے ۸۰ ہزار پریشان حال سنیوں کے ایک جائز مطالبہ اور حق کی تائید ہے۔

۱۹۳۹ء میں کانگریس حکومت کے زمانہ میں بارہ وفات کے روز جلوس مدح صحابہ نکالا گیا۔اس وقت صوبہ میں سر ہنری ہیگ گورنر تھے پھر ۱۹۴۰ء میں جب صوبہ میں جمود پیدا ہو چکا تھا اور مسٹر گوبند بلبھ پنتھ کی وزارت مستعفیٰ ہوچکی تھی۔صوبہ متحدہ کے گورنر سر مارس ہیلٹ کے زمانہ میں بھی یہ جلوس نکلا۔ اسی طرح برابر دو سال تک یہ جلوس نکالا گیا۔اس سال ۱۹۴۱ء میں بھی حسب دستور مسلمان جلوس مدح صحابہ کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ دفعتہً ۵/ اپریل ۱۹۴۱ء کو سنیوں کے ایک وفد کو جو جلوس مدح صحابہ کے راستے کے لیے مسٹر یونیس لائیڈ ینے ڈپٹی کمشنر کے پاس گیا تھا موصوف نے بتایا کہ شیعوں کو ایک جوابی جلوس کی اجازت دی جانے والی ہے اور یہ بتایا کہ اس میں تاریخی نکات ہیں جو نظم میں بصورت درخواست انجمن تنظیم المومنین کے سیکرٹری نے پیش کیے ہیں۔ایک شیعہ مجسٹریٹ نے جو اس وقت موجود تھے یہاں تک کہا کہ اس کو دکھلا دیا جائے لیکن ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ یہ مناسب نہ ہوگا کہ کسی کے

جذبات کو مجروح کیا جائے۔ اس لیے کہ کئی روز قبل اخبار تنظیم میں جو شیعہ جماعت انجمن تنظیم کا ایک ذمہ دار آرگن ہے یہ شائع ہو چکا تھا کہ مسٹر سید اشرف حسین وکیل نے جو انجمن تنظیم کے سیکرٹری ہیں تبرا کے جلوس کے لیے ایک درخواست ڈپٹی کمشنر کو دی ہے۔ اس اطلاع کے ملنے پر کہ ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر ایک ایسے غیر قانونی جلوس کی اجازت دینے والے ہیں جو صحابہ کرام کی ذات پر تبرا و تنقید یا قدح کرے گا۔ لکھنؤ کے مسلمانوں میں ایک آگ لگ گئی۔ اور انتہائی بے چینی پیدا ہو گئی۔

چنانچہ ایک بہت بڑا جلسہ مجلس احرار لکھنؤ اور انجمن ناموس صحابہ کا مشترکہ احاطہ شیخ شوکت علی مرحوم میں ۷/اپریل ۱۹۴۱ء کو بصدارت مسٹر وصی احمد منعقد کیا گیا۔ جس میں ۵۰ ہزار مسلمانوں نے شرکت کی۔

مقررین نے حکومت کو انتباہ کیا کہ اگر خدانخواستہ اس جلوس کی شیعوں کو اجازت دے دی گئی تو ہم سنی مسلمان اپنی جانیں قربان کر دیں گے اور کسی طرح ایسے جلوس کو نہ نکلنے دیں گے۔

اس جلسے میں دو روز کے لیے مکمل ہڑتال کا اعلان کیا گیا۔ چنانچہ ۸ اور ۱۰/اپریل (تین روز) تک شہر میں مکمل ہڑتال منائی گئی۔ ۸/اپریل ۱۹۴۱ء اخبار ''پانیر'' میں مسٹر لوئیس لائیڈ کا یہ حکم نکلا کہ شیعوں کو ایک جوابی جلوس کی اجازت بارہ وفات کے روز دے دی گئی اور شیعہ جلوس شاہ نجف سے شرغہ پارک تک کشمیری محلے میں رہے گا۔ سنیوں کو اجازت نہ ہوگی کہ وہ اس جلوس کے قریب جائیں۔ شیعہ اخبار تنظیم نے اپنا ایک اسپیشل نمبر نکالا جس میں یہ بتایا گیا کہ شیعہ جس کے لیے ہر ممکن مساعی سے جدوجہد کر رہے تھے وہ حق مل گیا، کانگریس حکومت کی ناانصافی انصاف سے بدل گئی۔ یہ یاد رہے کہ سر سلطان احمد وغیرہ کانگریس حکومت کے زمانہ میں بھی اس جلوس کے لیے کوشش میں رہے مگر ناکام رہے۔ یہ اطلاع جیسے ہی مسلمانوں کو معلوم ہوئی۔ انھوں نے فوراً ہی ایک جلسہ احاطہ شوکت علی میں سہ پہر کو طلب کیا لیکن کرفیو آرڈر کے نفاذ کے باعث دوسرے دن صبح کو ہوا۔ اگرچہ ہر طرف پولیس تھی اور مولانا عبدالقیوم (کان پوری حال مقیم حیدر آباد سندھ)، سالار اعظم جیوش احرار یوپی مسٹر وصی احمد، سیکرٹری مجلس احرار حافظ مشتاق احمد، سابق صدر مجلسِ احرار اسلام غازی منے خاں اور مولانا کلیم اللہ وغیرہ کے پہلے سے وارنٹ نکال دیے گئے تھے کہ یہ لوگ جلسہ ہونے سے قبل ہی گرفتار ہو جائیں۔ لیکن یہ لوگ کسی نہ کسی طرح سے جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ اور انھوں نے مولانا عبدالشکور صاحب کے نائب مولوی کلیم اللہ کے ہاتھ پر اپنی اپنی جانیں قربان کرنے کے لیے بیعت کی اور مسلمانوں سے شرعی عہد لیا کہ وہ اب ایسی حالت میں زندہ رہنا نہیں چاہتے اور نہ کسی مسلمان کے لیے یہ مناسب ہے۔ عین جلسے میں یہ لوگ گرفتار کر لیے گئے۔

تین بجے کے بعد اسی ۹/اپریل سہ پہر کے وقت ایک جلسہ پھر ہوا جس میں مولانا عبدالشکور خاں صاحب نے بھی تقریر کی اور آخر میں یہ اطلاع ملی کہ ڈپٹی کمشنر نے قدح صحابہ کا جلوس ایک ہفتہ کے لیے بند کر دیا۔ اسی کے ساتھ بارہ وفات کے روز جلوس مدح صحابہ کو بھی نقص امن کے پیدا ہونے کے اندیشے سے روک دیا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب

کے اس اعلان سے صورت بدل گئی۔ کیوں کہ شیعہ جلوس روک دیا گیا تھا۔ لیکن مدح صحابہ کے جلوس پر یہ پابندی کسی طرح سے مبنی برانصاف نہ سمجھی گئی۔ کیوں کہ ۳۱/مارچ ۱۹۳۹ء کو یو۔ پی گورنمنٹ نے جو کمیونک شائع کیا تھا۔ اس میں یہ صاف تصریح تھی کہ ہر حالت میں یہ جلوس اٹھے گا۔ صرف ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ راستہ کا تعین کرے گا۔

چنانچہ ۱۰/اپریل کو بارہ وفات کے روز تقریباً ایک ہزار سے زائد مسلمانوں نے عیدگاہ سے جلوس نکالا۔ اور گرفتار ہوئے۔ اگرچہ ۹/اپریل کو سہ پہر کے وقت یہ اطلاع ملی کہ گورنمنٹ نے ۳۶ گھنٹہ کا کرفیو آرڈ نافذ کر دیا ہے تا کہ شیعہ اور سنی گھروں سے نہ نکلیں۔

دو گھنٹے کا وقت ملنے پر سات بجے سے پہلے ہی ہزاروں مسلمان عیدگاہ پہنچ گئے۔ اس اطلاع کے ساتھ ہی پولیس اور سوار بھی پہنچے اور رات بھر ان کا محاصرہ جاری رکھا گیا حتیٰ کہ ہندو خوانچہ والے بھی نہ جا سکے اور وہ لوگ بھوکے پیاسے رہے۔ ۲/بجے دن سے عین جلوس نکلنے کے وقت سے سول نافرمانی شروع کر دی گئی اور چار چار آدمیوں کے جتھے مدح صحابہ پڑھتے ہوئے گرفتار ہوئے اگلی شام تک ایک ہزار سے زائد گرفتار ہو گئے، جس میں مولانا انور صابری، مولوی وحید الحسن وکیل، حافظ مشتاق احمد لدھیانوی، صدر احرار نذیر احمد ایڈوکیٹ، مسٹر بادشاہ علی، مسٹر عبدالحی اور ڈاکٹر محبوب وغیرہ بھی شامل تھے۔ رات کو تمام لوگ چھوڑ دیے گئے اور پانچ روپیہ فی کس جرمانہ کیا گیا۔ لیکن مولانا صابری، حافظ مشتاق احمد، مسٹر نذیر احمد ایڈووکیٹ کو تین تین ماہ کی قید سخت اور دو سو روپیہ جرمانہ کیا گیا۔

۱۱/اپریل جمعہ کو عیدگاہ میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں مولانا عبدالشکور صاحب نے تقریر کی اور ۱۴/اپریل تک کے لیے سول نافرمانی بند کر دی گئی۔

۱۴/اپریل دوشنبہ کو عیدگاہ میں ایک بہت بڑا جلسہ ہوا۔ اس کے بعد سول نافرمانی شروع ہوگئی اور ۸/سو سے زائد مسلمان گرفتار ہوئے خود مولانا عبدالشکور صاحب اور مجلس احرار کے تمام بڑے بڑے لیڈر پہلے ہی گرفتار ہو گئے تھے اور غازی منے خاں، مولانا عبدالقیوم، مسٹر وصی احمد، مولانا کلیم اللہ پر دفعہ ۳۰۲ لگائی گئی۔ سول نافرمانی جاری ہے اور چھبیس سو سے زائد مسلمان بارہ وفات ۱۰/اپریل سے اب تک اپنے کو گرفتار کرا چکے ہیں اور گرفتاریوں کا سلسلہ مدح صحابہ پڑھ کر جاری ہے۔

مسلمان صرف ایک جائز حق کے لیے جو ہندوستان کے دوسرے فرقوں کو حاصل ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کی تعریف کریں۔ قربانیاں کر رہے ہیں۔ آج لکھنؤ میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ کی تعریف کرنا اور ان کا نام لینا جرم ہے جن کو دنیا کی بڑی بڑی غیر مسلم ہستیاں خراج عقیدت پیش کر چکی ہیں۔

لکھنؤ کی سرزمین پر شیعہ حضرات سال بھر میں ایک سو چوالیس جلوس نکالتے ہیں لیکن سنی مسلمان اپنا کوئی مذہبی جلوس نہیں نکال سکتے جو سنیوں کا خاص مذہبی جلوس ہو۔ (جاری ہے)

اخبار الاحرار

ملتان (9 جنوری 2022) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مولانا سید محمد کفیل بخاری، ناظم اعلی عبد اللطیف خالد چیمہ، سید عطاء اللہ شاہ ثالث، میاں محمد اویس، ڈاکٹر عمر فاروق احرار، مولانا محمد مغیرہ، مولانا محمد اکمل، مولانا تنویر الحسن مری برفباری میں پھنسے ہوئے سیاحوں کی اموات پر دلی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی۔ انہوں نے انتظامی اداروں سے امدادی سرگرمیوں میں مزید تیزی و بہتری لانے کا مطالبہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ موسمی حالات کے پیش نظر متعلقہ انتظامی اداروں کو چوکنا رہنے کی ضرورت تھی۔ انسانی زندگی قیمتی ترین شے ہے جسے بچانے کے لیے تمام تر وسائل استعمال ہونے چاہییں تھے۔ جن علاقوں میں برف باری شدت اختیار کر جاتی ہے وہاں ہیوی مشینری اور تربیت یافتہ عملے کی مسلسل موجودگی سے نقصانات کے امکانات کو کم کیا جا سکتا تھا۔ اگر زمینی راستوں کے ذریعے امدادی کاموں میں رکاوٹ ہے تو حکومت ہوائی ذرائع استعمال کرنے کے احکامات صادر کرے۔ احرار رہنماؤں نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلی مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب کی طرف سے مری کی مساجد و دینی مدارس کے ذمہ داران سے مری کی موجودہ صورت حال کے پیش نظر سیاحوں کی مدد کرنے اور انہیں عارضی طور پر رہائش دینے کی اپیل کو قابل تحسین عمل قرار دیتے ہوئے دیگر تنظیموں اور جماعتوں سے بھی مشکل کی اس گھڑی میں متاثرین کے ساتھ ہر ممکن تعاون کرنے کی اپیل کی ہے۔

احرار رہنماؤں کا دورہ کروڑ لعل عیسن اور جماعت کا قیام

رپورٹ: (محمد عدنان شاہ) 14 جنوری 2022ء بروز جمعۃ المبارک، مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی رہنماء نبیرہ امیر شریعت مولانا سید عطاء المنان بخاری، مجلس احرار ملتان کے امیر مولانا محمد اکمل ایک روزہ دورہ پر کروڑ لعل عیسن تشریف لائے جہاں جامع مسجد بابا رمضان، وارڈ نمبر 13 نزد کلمہ چوک میں مولانا سید عطاء المنان بخاری نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ بعد نماز جمعہ احرار رہنماؤں نے مقامی جماعت کے کارکنان کے مشورہ اور اتفاق رائے سے مقامی عہدیداران کا انتخاب کیا اور نو منتخب عہدیداران سے جماعتی منشور و دستور اور نظم کے حوالے سے مختصر خطاب کیا اور تمام کارکنان سے حلف رکنیت بھی لیا گیا جب کہ نو منتخب عہدیداران نے مجلس احرار اسلام کے مشن عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اپنا تن من دھن قربان کرنے کا عہد و پیمان کیا۔

مجلس احرار اسلام کروڑ لعل عیسن ضلع لیہ کے نو منتخب عہدیداران کے تفصیل درج ذیل ہے۔

(1) جناب حکیم اکرم خان درانی (سرپرست) (2) جناب ڈاکٹر شمشاد صدیقی (امیر)

(3) جناب اطہر عثمانی (ناظم اعلی) (4) جناب انور علوی (ناظم نشر و اشاعت)

انتخاب مجلس احرار اسلام ماہڑہ، مظفر گڑھ

(1) جام ماسٹر محمد شفیع	(سرپرست)
(2) حافظ محمد عمران	(امیر)
(3) جام محمد رفیق	(نائب امیر)
(4) جام محمد ابوبکر	(ناظم)
(5) جام محمد نعیم	(ناظم نشر واشاعت)
(6) جام محمد کلیم	(خزانچی)

انتخاب مجلس احرار اسلام ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

(1) شیخ الحدیث مولانا اشرف علی	(سرپرست)
(2) محمد مشتاق احمد صدیقی	(امیر)
(3) ملک عاصم عطاء	(نائب امیر)
(4) مولانا خادم حسین نقشبندی	(ناظم)
(5) مولانا ثناءاللہ	(نائب ناظم)
(6) انعام اللہ	(ناظم نشر واشاعت)

☆......☆......☆

انتخاب مجلس احرار اسلام یونٹ کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان

(1) حاجی عبدالمجید خان	(سرپرست)
(2) اسراراللہ	(امیر)
(3) مولانا عطاءالرحمن	(ناظم)
(4) حفیظ اللہ انور	(ناظم نشر واشاعت)

مجلس احرار اسلام ضلع ساہیوال کی نئی تنظیم کے انتخابات

چیچہ وطنی (جنوری 21) مجلس احرار اسلام ضلع ساہیوال کے آئندہ پانچ سال کے لیے دستور کے مطابق جدید انتخابات مکمل ہوگئے ہیں، جن کی منظوری جنرل کونسل کے ایک اجلاس میں دی گئی، جو کہ مرکزی جنرل سیکرٹری عبداللطیف خالد چیمہ کی نگرانی میں چودھری انوارالحق کی صدارت میں دفتر احرار جامع مسجد چیچہ وطنی میں منعقد ہوا، تفصیل کے مطابق مقامی جماعت کے امیر: چودھری انوارالحق، نائب امیر چودھری محمد اشرف اور رانا قمرالاسلام، ناظم: حکیم حافظ محمد قاسم، نائب ناظم: قاضی عبدالقدیر، ناظم دعوت وارشاد: مولانا محمد سرفراز معاویہ، ناظم نشریات: مفتی ذیشان آفتاب، نائب ناظم نشریات: حافظ مغیرہ خالد متفقہ طور پر منتخب کر لیے گئے۔ جبکہ ضلع ساہیوال کے امیر کے لیے محمد قاسم چیمہ، ناظم مولانا اسامہ عزیر، ناظم نشر واشاعت مولانا محمد سرفراز معاویہ کا انتخاب عمل میں آیا، چیچہ وطنی تحصیل کے لیے 11 رکنی مجلس شوریٰ منتخب کی گئی جن کے نام یہ ہیں عبداللطیف خالد چیمہ، چودھری انوارالحق، محمد آصف چیمہ، حکیم حافظ محمد قاسم، مولانا محمد سرفراز معاویہ، مولانا شاہد محمود، رانا قمرالاسلام، مولانا منظور احمد، مفتی شبیر حسین، قاضی

عبدالقدیر، محمد شاہد حمید، حافظ جاوید اقبال منتخب کیے گئے جبکہ غازی آباد کے لیے ذیلی یونٹ کی منظوری دی گئی، جو مولانا شاہد محمود اور محمد فیصل چیمہ کی زیرنگرانی تشکیل پائے گا، نومنتخب ضلعی امیر محمد قاسم چیمہ نے نومنتخب اور جملہ اراکین سے جماعت سے وفاداری اور عقیدۂ ختم نبوت اور دفاع صحابہؓ کی جدوجہد کو منظم کرنے کا حلف لیا، آخر میں جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے عہدیداران اور اراکین کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ 29 دسمبر 1929 سے آج تک مجلس احرار اسلام عالمی استعماری قوتوں کے خلاف اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے میدان عمل میں ہے حکومت الیہیہ ہماری منزل ہے، آخری فتح تک ہماری جدوجہد جاری رہے گی، حکیم حافظ محمد قاسم حافظ محمد جاوید اور مولانا محمد سرفراز معاویہ نے کہا کہ قافلۂ احرار ترتیب دینے والوں نے جو راہیں متعین کی ہیں (آج) ہم انہیں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، اجلاس مولانا محمود احمد رشیدی کے اختتامی کلمات اور دعاء سے اختتام پذیر ہوا جبکہ تمام شرکاء اجلاس نے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ اکابرین احرار و ختم نبوت کے مشن کے لیے ہر ممکن قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔

مجلس احرار اسلام ضلع گجرات کے انتخابات:

رپورٹ! کاظم اشرف احرار ناظم نشرواشاعت ضلع گجرات 23.. جنوری بروز اتوار مجلس احرار اسلام ضلع گجرات کے امیر قاری محمد ضیاء اللہ ہاشمی صاحب کی سرپرستی میں جامع مسجد احرار ماڈل ٹاؤن گجرات میں اجلاس منعقد ہوا جس میں مجلس احرار اسلام حلقہ ماڈل ٹاؤن کے یونٹ کو تشکیل دی گئی اجلاس کی صدارت قاری احسان اللہ اشرفی صاحب نے کی جس میں چوہدری ارشد مہدی صاحب کامران چیمہ صاحب حافظ ضیغم احرار دیگر کارکنان احرار اور راقم نے شرکت کی اجلاس میں یونٹ کے عہدیداران کا انتخاب کیا گیا۔۔۔ امیر! چوہدری ارشد مہدی صاحب ۔۔ ناظم! کامران چیمہ صاحب ۔۔ ناظم نشرواشاعت! حافظ ضیغم احرار صاحب منتخب ہوئے عہدیداران اور کارکنان نے جماعتی کام اور ختم نبوت کے کام کو مضبوط اور منظم کرنے کا عزم کیا

☆......☆......☆......☆

مسافرانِ آخرت

☆......مبلغ مجلس احرار مولانا محمد الطاف معاویہ کے خالہ زاد بھائی محمد آصف شہزاد، انتقال: 3دسمبر 2021ء

☆......خانقاہ سید علی احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ دیپالپور کے مسند نشین اور جامعہ محمودیہ شاہی مسجد کے مدیر حضرت مولانا سید انور شاہ نقوی بخاری مدظلہ العالی کی اہلیہ محترمہ 26دسمبر اتوار کو انتقال کر گئیں، مرکزی ناظم اعلیٰ احرار عبداللطیف خالد چیمہ نے دیپالپور میں شاہ صاحب اور فرزندان سے تعزیت کا اظہار کیا۔

☆......چیچہ وطنی: مجلس احرار کے قدیمی کارکن مستری بشیر احمد (عرف مرشد بشیر) کی اہلیہ انتقال: 28دسمبر بروز منگل

☆......چیچہ وطنی: ہمارے معاون محمد ارشد کھوکھر کے والد گرامی 28دسمبر منگل کو انتقال کر گئے۔

☆......حضرت پیر جی رحمہ اللہ کے خادم حافظ شفیق الرحمن مرحوم کے بھائی محمد اقبال مرحوم: انتقال یکم جنوری 2022ء

☆......مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم دعوت وارشاد ڈاکٹر محمد آصف کے چچا ملک غلام قادر، انتقال 8جنوری

☆......مجلس احرار اسلام کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد مغیرہ (جامع مسجد احرار چناب نگر) کے چچا اور مستری ظہور احمد کے والد محمد یار مرحوم، انتقال 2جنوری 2022ء

☆......چیچہ وطنی: ہمارے معاون محمد رمضان سندھو کی چچی جان 3جنوری منگل کو انتقال کر گئیں۔

☆......مجلس احرار اسلام احمد پور شرقیہ کے کارکن خدا بخش بلوچ، انتقال 7جنوری 2022ء

☆......چیچہ وطنی: مسجد ختم نبوت رحمان سٹی کے معاون مستری محمد اسلم کی نواسی اور محمد علی اکبر کی بیٹی، انتقال: 8جنوری

☆......مدرسہ معمورہ ملتان کے طالب علم محمد عامر سجاد اور مجلس احرار اسلام ملتان کے کارکن مولوی محمد سلیمان کے دادا، انتقال: 10جنوری 2022ء

☆......جماعت کے قدیمی رفیق جناب محمد عامر کے ماموں جان محمد جان ملک 17جنوری پیر کو لاہور میں انتقال کر گئے۔

☆......تلہ گنگ میں ہمارے مہربان بھائی محمد رومان کی والدہ ماجدہ مرحومہ، انتقال: 17جنوری 2022ء

☆......جمعیت علماء اسلام کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل مولانا محمد امجد خان کے چچا اور مولانا محمد اجمل خان رحمہ اللہ کے برادر خورد مولانا قاضی محمد صادق رحمہ اللہ 18جنوری 2022ء کو انتقال کر گئے۔

☆......انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ پاکستان کے مرکزی رہنما مولانا قاری شبیر احمد عثمانی کی بھابھی مرحومہ، انتقال 19جنوری 2022ء

☆......ممتاز مصنف، مفسر، مورخ اور نامور علمی شخصیت مولانا عتیق الرحمن سنبھلی (لکھنو، انڈیا) میں 23جنوری

2022 اتوار کو انتقال کر گئے۔ آپ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ کے فرزند تھے۔

☆...... مجلس احرار اسلام ملتان یونٹ قاسم بیلہ کے کارکن اور جامع مسجد کرنالوی کے مؤذن محمد سرور 25 جنوری کو انتقال کر گئے۔

☆...... مجلس احرار اسلام تلہ گنگ کے کارکن بھائی نور جمال کی ہمشیرہ مرحومہ، انتقال: 25 جنوری 2022ء

☆...... مولانا مطیع الرحمن درخواستی رحمۃ اللہ علیہ:

حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی مولانا مطیع الرحمن درخواستی طویل علالت کے بعد 26/جنوری 2022ء بروز بدھ خانپور میں انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مولانا مطیع الرحمن درخواستی اپنے عظیم والد ماجد کی نسبتوں اور خوبیوں کے امین تھے۔ سادہ طبیعت کے مالک خوش اخلاق اور درویش صفت اور صالح انسان تھے۔ جب تک صحت رہی جامعہ مخزن العلوم میں درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے حسنات قبول فرمائے اور مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے آپ کے تمام برادران و اولاد اور تمام لواحقین و پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے (آمین)

☆...... مولانا شوکت نصیر رحمہ اللہ

9 دسمبر بروز جمعرات عصر کی نماز جامع مسجد عثمانیہ میں مولانا شوکت نصیر کی امامت میں ادا کی دعا کے بعد حسب معمول میرا باز و پکڑا ہال سے باہر مدرسہ کی طرف چلنا شروع کر دیا میں نے حضرت سے کہا آج وقت سے ایک منٹ پہلے ہی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے فرمانے لگے مجھے آج جلدی ہے میں نے نماز سے پہلے چلے جانا تھا سامنے کی طرف اشارہ کیا سامنے مولانا کا بڑا بیٹا حافظ محمد عمیر آ رہا تھا فرمانے لگے اسی کی وجہ سے لیٹ ہو گیا ہوں جو اپنی بہن کی جامعہ سے لینے گیا ہوا تھا کامونکی سے آگے گاؤں میں مغرب کی نماز کے فوراً بعد درس ہے وہاں پہنچنا ہے مولانا شوکت نصیر گوجرانوالہ میں علماء دیوبند میں ایک اہم نام تھا۔ مولانا کے ساتھ گزرے اپنے بیس سالہ تعلق کا ذکر شروع کروں تو ایک ضخیم کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ مجلس احرار اسلام گوجرانوالہ کو جب بھی مولانا شوکت نصیر کی ضرورت پڑی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ ایک سال 12 ربیع الاوّل کو چناب نگر کانفرنس میں گوجرانوالہ کی نمائندگی بھی فرمائی۔ مولانا شوکت نصیر کا درس قرآن کا وہ سفر مولانا کی شہادت کا ذریعہ بنا۔ مولانا موٹر سائیکل حادثے میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے مولانا شوکت نصیر کی نماز جنازہ کا اجتماع جس میں علماء طلباء اور عوام الناس نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی ہر قسم کی دینی خدمات کو قبول فرمائیں۔ سیئات کو حسنات میں تبدیل فرمائے۔ آمین

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور ان کے لیے ایصال ثواب کا اہتمام کرتے رہیں۔ اللہ تمام مرحومین کے درجات بلند فرما کر اعلی علیین میں جگہ عطاء فرمائیں۔ آمین

RUHAMA-U-BAINAHUM
welfare trust ®

رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ
ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

Date: ________

Ref: ________

﴿ضروری اعلان﴾

آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصانیف اور ان کے انتقال کے بعد جو ان کے مسودات کو مرتب کیا گیا ہے۔

آپ کی سوانح حیات اور مکاتیب ان تمام کے حقوق طبع بندہ کے نام ہیں اور رحماء بینہم ویلفیئر ٹرسٹ ان کی اشاعت کا مجاز ہے۔

اس کے علاوہ کوئی شخص یا ادارہ ان کی اشاعت کا اختیار نہیں رکھتا ہے۔ بندہ اور رحماء بینہم ویلفیئر ٹرسٹ کی اجازت کے بغیر ان کی کتب کی تلخیص یا دوسری زبانوں میں تراجم یا حواشی لگانے کا مجاز نہ ہے۔

اگر کوئی شخص یا ادارہ بندہ اور ٹرسٹ مذکورہ کی مجلس مشاورت کی اجازت کے بغیر شائع یا کوئی اور کسی قسم کا بھی متعلق کام کرے گا تو بندہ اس کے خلاف قانونی کارروائی کا مجاز ہوگا۔

درج ذیل کتب شائع ہو چکی ہیں۔

حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف

1- رحماء بینہم مکمل سیٹ (چار حصص)
2- مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین
3- فوائد نافعہ
4- سیرت حسنین شریفین
5- بنات اربعہ
6- سیرت سیدنا علی
7- سیرت سیدنا امیر معاویہؓ مکمل دو جلد
8- سیرت حضرت ابوسفیان صحابیؓ
9- حدیث ثقلین
10- عظمت صحابہ کرام
11- حیات نافع (حضرت مولانا محمد نافع کی سوانح حیات)
12- مکاتیب نافع حصہ اول (حضرت کی دوسرے علماء کے ساتھ مراسلت)

نوٹ: اس کے علاوہ حضرت مولانا محمد نافع کے علمی غیر مطبوعہ مسودات موجود ہیں جنہیں ترتیب دینا باقی ہے ان پر کام جاری ہے۔

آپ کا خیر اندیش

غلام ابوبکر صدیقی بن حضرت مولانا محمد نافع
چیئرمین رحماء بینہم ویلفیئر ٹرسٹ جامعہ محمدی شریف ضلع چنیوٹ
0340-7778650,0333-9916977
0320-9916977,Whats app: 0321-6713986

ruhamaubainahumwft@gmail.com +92 333 6713986 333 9916977 [illegible]

آئمہ مساجد و مدرسین کے لیے ایک روزہ
تربیتی ورکشاپ
24 فروری 2022
بروز جمعرات
وقت 10 بجے صبح تا 1 بجے
2:30 بجے تا نماز عصر
ان شاء اللہ تعالیٰ
دار العلوم ختم نبوت جامع مسجد بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی
حضرت پیر جی قاری عبد الجلیل رائپوری صاحب
جناب حاجی عبد اللطیف خالد چیمہ
عصرِ حاضر میں مساجد و مدارس کے ذمہ داران تعلیمی و تربیتی ماحول کیسے پیدا کریں
جناب مولانا زاھد مقبول صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ
مدرسین
جناب حضرت مولانا محمد وقاص سعید صاحب
(پروجیکٹ لیڈر اتالیق ٹریننگز راولپنڈی)
جناب حضرت مولانا حماد عباسی صاحب
(پروجیکٹ لیڈر اتالیق ٹریننگز لاہور)
شعبہ تعلیم و تربیت، دار العلوم ختم نبوت جامع مسجد بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی
0305-8716709

مسلمانو! پرچم ختم نبوت گرنے نہ پائے اور عقیدۂ ختم نبوت پر آنچ نہ آئے (امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

بمقام

دارِ بنی ہاشم

نزد MDA چوک

مہربان کالونی ملتان

بتاریخ 18 فروری 2022

بروز جمعۃ المبارک

صبح 10 بجے تا نماز عصر

17 ویں سالانہ

شہدائے ختم نبوت کانفرنس

بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہو رہی ہے

بیاد شہدائے تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت 1953

زیر صدارت ابن امیر شریعت حضرت مولانا پیر جی سید عطاء المہیمن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سابق امیر مجلس احرار اسلام

مقامی علمائے کرام

محمد طارق
محمد معاذ
محمد زاھد
عبدالباسط
عبدالمتین
غلام یسین
اخلاق احمد
جمیل الرحمن
فیصل اشفاق
طیب رشید
محبوب الرحمن
محمد نعمان
محمد معاذ
محمد ربنواز
اسرار احمد
سلیمان

مقامی علمائے کرام

حماد القاسمی
فیصل متین
عبدالصمد
الطاف معاویہ
عبدالناصر
محمد طیب
محمد قاسم
عمیر احسن
عبدالحمید احرار
محمد لقمان
محمد عمران
محمد احسان الحق
محمد ابوبکر احرار
مجاہد الرحمن
محمد عاصم احرار
وقار احمد قریشی

استاذ القراء قاری محمد سکندر ارباب فیصل آباد

نواسۂ امیر شریعت قائد احرار حضرت مولانا سید محمد کفیل شاہ بخاری حسینی نائب امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

نبیرۂ امیر شریعت ابن ابوذر بخاری حضرت مولانا سید محمد معاویہ شاہ بخاری مدیر ماہنامہ الاحرار ملتان

حضرت مولانا عمران شاہد عارفی ساہیوال

نبیرۂ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ ثالث بخاری نائب امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

حضرت مولانا محمد اکمل

نبیرۂ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المنان شاہ بخاری مجلس احرار اسلام پاکستان

اللہ بخش
مفتی نجم الحق
فرحان الحق

جناب حافظ محمد اکرم احرار

جناب محترم شیخ حسین اختر لدھیانوی ملتان

ذمہ داران حضرات

جناب شیخ نیاز احمد صاحب، جناب سعید احمد انصاری صاحب، جناب بھائی محمد عباس احرار صاحب، جناب ابومعاویہ عبدالرشید صاحب، جناب ڈاکٹر عبدالغفور صاحب، جناب محمد بلال بھٹی صاحب، جناب محمد عدنان معاویہ صاحب
جناب محمد اسماعیل بھٹی صاحب، جناب محمد مہربان بھٹی صاحب، جناب حافظ محمد شاکر خان خاکوانی صاحب، جناب شیخ محمد مغیرہ صاحب، جناب شیخ محمد لقمان منشاد صاحب، جناب محمد عدنان ملک صاحب، جناب قاری محمد شریف برار صاحب
جناب شیخ محمد علی صاحب، جناب شیخ محمد عاطف صاحب، جناب شیخ محمد ظفر اقبال صاحب، جناب بھائی محمد شاھد احرار صاحب، جناب ابومعاویہ بشیر احمد صاحب، جناب شیخ محمد عثمان یوسف صاحب، جناب قاری محمد عزیر صاحب

برائے رابطہ
061-4511961
0300-6385277

مجلس احرار اسلام ملتان

شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت

باہتمام ذکا پرنٹرز 0300-6288071

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱) ...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہوگیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح وشام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر وغم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین مرحوم معلم اسلامیات، فیصل آباد

دعاؤں کے طالب

CARE PHARMACY
کیئر فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores
24 گھنٹے سروس
اصلی اور معیاری ادویات کے مراکز

Head Office: Canal View, Lahore

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ!

فیصل آباد میں 13 برانچز کے بعد اب 11 شہروں جڑانوالہ، ننکانہ صاحب، شاہکوٹ، کھرڑیانوالہ، سانگلہ ہل، چک جھمرہ، چنیوٹ، جھنگ، گوجرہ، سمندری، تاندلیانوالہ

آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے سروس